

مقتدی کو امام کے پیچھے
قرأت نہیں کرنی چاہیے

اس موضوع پر بہترین کتاب

اطیب الکلام

ملخص

احسن الکلام

تالیف

مولانا حافظ عبد المتین خان زاہد
شیخ الحدیث مدرسہ اہل حق و انوار

مکتبہ صفدریہ

نزد گھنٹہ گھر گوجرانولہ

﴿جملہ حقوق بحق مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ محفوظ ہیں﴾

| | |
|----------|---|
| نام کتاب | اطیب الکلام |
| مصنف | شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد رفیع از خان صفدر |
| طبع ہفتم | جنوری ۲۰۰۵ء |
| تعداد | گیارہ سو (۱۱۰۰) |
| قیمت | ۲۱ / روپے |
| مطبع | مکی مدنی پرنٹرز لاہور |
| ناشر | مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ |

﴿..... ملنے کے پتے﴾

- ☆ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
- ☆ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
- ☆ مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
- ☆ مکتبہ حلیمیہ جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی نمبر ۱۶
- ☆ مکتبہ امدادیہ ملتان
- ☆ مکتبہ حقانیہ ملتان
- ☆ مکتبہ مجیدیہ ملتان
- ☆ کتب خانہ رشیدیہ راولپنڈی
- ☆ اسلامی کتب خانہ ایبٹ آباد
- ☆ مکتبہ صدیقیہ حضرواٹک
- ☆ مکتبہ خفییہ تعلیم الاسلام جہلم

فہرست مضامین

| صفحہ | مضمون | صفحہ | مضمون |
|------|-------------------------------------|------|---|
| ۳۱ | مولانا عبد الصمد غیر مقلد | ۵ | پیش لفظ |
| = | القرآن کا اولین مصداق سورۃ فاتحہ ہے | ۱۱ | سبب تالیف |
| ۳۲ | باب دوم سرفورس علماء دین | ۱۷ | باب اول نص قرآنی |
| = | پہلی حدیث | = | آیت وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْمِعْ |
| ۳۵ | دوسری حدیث | ۱۸ | نزول قرآن خلف الامام کا مسئلہ ہے |
| ۳۶ | تیسری حدیث | = | حضرت ابن مسعودؓ سے اس کی تفسیر |
| ۳۷ | چوتھی اور پانچویں حدیث | ۱۹ | " عباسؓ " " " " " |
| ۳۸ | " چھٹی | ۲۱ | حضرت مجاہدؒ ابن مسیبؒ حن بصریؒ |
| ۳۹ | " ساتویں | ۲۲ | اور امام زمریؒ سے اس کی تفسیر |
| ۴۰ | " آٹھویں اور نویں | ۲۲ | " عبید بن عمیرؒ اور عطاءؒ " " " " |
| ۴۱ | " دسویں | ۲۳ | محمد بن کعب القرطبیؒ اور بعض دیگر حضرات |
| ۴۳ | " گیارھویں | = | سے اس کی تفسیر |
| ۴۴ | بارھویں اور تیرھویں | ۲۴ | امام ابن جریرؒ اور بغویؒ |
| ۴۵ | چودھویں | ۲۵ | " زحشری |
| ۴۶ | پندرھویں اور سولہویں | ۲۶ | بیضاویؒ اور ابن کثیرؒ |
| ۴۷ | سترھویں اور اٹھارھویں | ۲۷ | علامہ ابوالسعودؒ |
| ۴۸ | " انیسویں | ۲۸ | " الوسیؒ اور ابن عبد البرؒ |
| ۴۹ | بیسویں | ۲۹ | حافظ ابن تیمیہؒ |

تفسیر جواب یہ حدیث منقولہ یا امام کے لئے ہے۔

۷۷

چوتھا جواب درک رکوع الس سے متشقی ہے۔

۷۹

پانچواں جواب حضرت عبادہؓ امام کے پیچھے جب پڑھتے تھے

۸۱

دوسری حدیث

۸۲

اس کا پہلا جواب

۸۳

” دوسرا ”

۸۴

” تیسرا ”

۸۵

” چوتھا اور پانچواں جواب ”

۸۶

” چھٹا جواب ”

۸۷

تفسیری حدیث

۸۸

اس کا پہلا جواب

۸۹

” دوسرا ”

۹۰

” تیسرا ”

۹۱

چوتھی روایت

۹۲

اس کا جواب

۹۳

نکتہ بالخیر۔

۹۴

۵۳۸

۵۳۹

۵۴۰

۵۴۱

۵۴۲

۵۴۳

۵۴۴

۵۴۵

۵۴۶

۵۴۷

۵۴۸

۵۴۹

۵۵۰

۵۵۱

۵۵۲

۵۵۳

۵۵۴

۵۵۵

۵۵۶

۵۵۷

۵۵۸

۵۵۹

۵۶۰

۵۶۱

۵۶۲

۵۶۳

۵۶۴

۵۶۵

۵۶۶

۵۶۷

۵۶۸

۵۶۹

۵۷۰

۵۷۱

۵۷۲

۵۷۳

۵۷۴

۵۷۵

۵۷۶

۵۷۷

۵۷۸

۵۷۹

۵۸۰

۵۸۱

۵۸۲

۵۸۳

۵۸۴

۵۸۵

۵۸۶

۵۸۷

۵۸۸

۵۸۹

۵۹۰

۵۹۱

۵۹۲

۵۹۳

۵۹۴

۵۹۵

۵۹۶

۵۹۷

۵۹۸

۵۹۹

۶۰۰

۶۰۱

۶۰۲

۶۰۳

۶۰۴

۶۰۵

۶۰۶

۶۰۷

۶۰۸

۶۰۹

۶۱۰

۶۱۱

۶۱۲

۶۱۳

۶۱۴

۶۱۵

۶۱۶

۶۱۷

۶۱۸

۶۱۹

۶۲۰

۶۲۱

۶۲۲

۶۲۳

۶۲۴

۶۲۵

۶۲۶

۶۲۷

۶۲۸

۶۲۹

۶۳۰

۶۳۱

۶۳۲

۶۳۳

۶۳۴

۶۳۵

۶۳۶

۶۳۷

۶۳۸

۶۳۹

۶۴۰

۶۴۱

۶۴۲

۶۴۳

۶۴۴

۶۴۵

۶۴۶

۶۴۷

۶۴۸

۶۴۹

۶۵۰

۶۵۱

۶۵۲

۶۵۳

۶۵۴

۶۵۵

۶۵۶

۶۵۷

۶۵۸

۶۵۹

۶۶۰

۶۶۱

۶۶۲

۶۶۳

۶۶۴

۶۶۵

۶۶۶

۶۶۷

۶۶۸

۶۶۹

۶۷۰

۶۷۱

۶۷۲

۶۷۳

۶۷۴

۶۷۵

۶۷۶

۶۷۷

۶۷۸

۶۷۹

۶۸۰

۶۸۱

۶۸۲

۶۸۳

۶۸۴

۶۸۵

۶۸۶

۶۸۷

۶۸۸

۶۸۹

۶۹۰

۶۹۱

۶۹۲

۶۹۳

۶۹۴

۶۹۵

۶۹۶

۶۹۷

۶۹۸

۶۹۹

۷۰۰

۷۰۱

۷۰۲

۷۰۳

۷۰۴

۷۰۵

۷۰۶

۷۰۷

۷۰۸

۷۰۹

۷۱۰

۷۱۱

۷۱۲

۷۱۳

۷۱۴

۷۱۵

۷۱۶

۷۱۷

۷۱۸

۷۱۹

۷۲۰

۷۲۱

۷۲۲

۷۲۳

۷۲۴

۷۲۵

۷۲۶

۷۲۷

۷۲۸

۷۲۹

۷۳۰

۷۳۱

۷۳۲

۷۳۳

۷۳۴

۷۳۵

۷۳۶

۷۳۷

۷۳۸

۷۳۹

۷۴۰

۷۴۱

۷۴۲

۷۴۳

۷۴۴

۷۴۵

۷۴۶

۷۴۷

۷۴۸

۷۴۹

۷۵۰

۷۵۱

۷۵۲

۷۵۳

۷۵۴

۷۵۵

۷۵۶

۷۵۷

۷۵۸

۷۵۹

۷۶۰

۷۶۱

۷۶۲

۷۶۳

۷۶۴

۷۶۵

۷۶۶

۷۶۷

۷۶۸

۷۶۹

۷۷۰

۷۷۱

۷۷۲

۷۷۳

۷۷۴

۷۷۵

۷۷۶

۷۷۷

۷۷۸

۷۷۹

۷۸۰

۷۸۱

۷۸۲

۷۸۳

۷۸۴

۷۸۵

۷۸۶

۷۸۷

۷۸۸

۷۸۹

۷۹۰

۷۹۱

۷۹۲

۷۹۳

۷۹۴

۷۹۵

۷۹۶

۷۹۷

۷۹۸

۷۹۹

۸۰۰

۸۰۱

۸۰۲

۸۰۳

۸۰۴

۸۰۵

۸۰۶

۸۰۷

۸۰۸

۸۰۹

۸۱۰

۸۱۱

۸۱۲

۸۱۳

۸۱۴

۸۱۵

۸۱۶

۸۱۷

۸۱۸

۸۱۹

۸۲۰

۸۲۱

۸۲۲

۸۲۳

۸۲۴

۸۲۵

۸۲۶

۸۲۷

۸۲۸

پیش لفظ

۱۱) غیر مقلدین حضرات نے عرصہ سے علماء احناف کو عوام میں بدنام کرنے اور عوام کو ان سے بدظن کرنے کے لیے جن فروعی اور اختلافی مسائل کا سہارا لیا ہے ان میں فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ سرفہرست ہے، یہ مسئلہ اور دوسرے نزاعی مسائل کوئی نئے نہیں ہیں بلکہ ابتداء ہی سے چلے آ رہے ہیں لیکن جب سے غیر مقلدین حضرات نے ان میں غلو سے کام لینا شروع کیا ہے تو اس وقت سے صورت حال مختلف ہو گئی ہے پہلے یہ اختلافات اور خصوصیت کے فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ صرف علماء فقہاء اور محدثین تک ہی محدود تھے، ہر فرقہ اپنے اپنے انداز فکر کے مطابق سوچتا سمجھتا تحقیق کرتا اور اس پر عمل کرتا تھا اس کے باوجود دوسرے فرقہ اور اس کے اختیار کردہ مسلک کا دل سے احترام ہوتا تھا، ان فروعی اختلافات کی آڑ میں ایک دوسرے پر طعن و تشنیع سے گریز کیا جاتا تھا اور ایک دوسرے کے خلاف تعصب آمیز مہم نہیں چلائی جاتی تھی۔ لیکن اب معاملہ اس کے برعکس ہے اب

اختلاف کی حدود علماء اور فقہاء سے تجاوز کر کے عوام تک وسیع ہو چکی ہیں عموماً
 قرین مخالفت اور اس کے اختیار کردہ مسلک کا احترام دل سے اٹھ گیا ہے۔
 برسر عام ایک دوسرے پر طعن و تشنیع کی جاتی ہے اور ان اختلافات کا سہارا
 لے کر دوسروں پر گمراہ، جہنمی، فرقہ ناجیہ سے خارج اور فی النار و فی السقر کے
 فتوے جڑے جاتے ہیں وہ اختلافات جو علماء و فقہاء کے علم و نظر میں وسعت
 پیدا کرنے کے محرک ہوتے تھے اور امت کے لیے رحمت ہوا کرتے تھے افسوس
 کہ وہ آج زحمت بن چکے ہیں۔

(۲) اس عظیم انقلاب کا پس منظر غیر مقلدین حضرات کا وہ تعصب اور علما احباب
 سے ان کا وہ بغض اور عناد ہے جو انہیں کسی بھی لمحہ چین سے نہیں بیٹھنے دیتا۔
 اس وقت جب کہ ہندوستان کے علماء اخاف تحریک آزادی کی قیادت کر رہے
 تھے اور سرزمین ہند کو ظالم فرنگی کے پنجہ استبداد سے چھڑانے میں مصروف تھے غیر مقلدین
 حضرات نے (خدا جانے کس مصلحت کے تحت) ان فروعی اختلافات کی آڑ لے
 کر اور خصوصاً تقلید اور فاتحہ خلت الامام وغیرہ کے مسئلہ کو موضوع بحث بنا کر علما احباب
 کے خلاف طوفان بپا کر دیا اور بیسیوں کی تعداد میں کتابیں رسالے اور پمفلٹ ملک
 کے گوشے گوشے میں پھیلا دیے کہ مقلدین اور خصوصاً اخاف سنت کے پیروکار
 نہیں ہیں یہ اماموں کے اندھے اور کورے مقلد ہیں اور اخاف تو سر اسر سنت
 کے خلاف چلتے ہیں رفع یدین یہ نہیں کرتے، اماموں کے پیچھے فاتحہ یہ نہیں پڑھتے

وغیرہ وغیرہ اس لیے یہ گمراہ ہیں اور فرقہ ناجیہ سے تو قطعی طور پر خارج ہیں اور ناجی فرقہ صرف اہلحدیث ہے باقی سب فی النار والسقر ہیں بغرضیکہ مقلدین اور خصوصاً اخاف کی یہ مفروضہ غلطیاں اور عیوب جو بارہ سوس سال پہلے کے نزدیک موجب تکفیر و تفسیق نہ تھے ان حضرات پر چشمِ ذول میں منکشف ہو گئے اور ان کے خلاف ہر قسم کے بے محل فتوے صادر کرنے میں ان کو لطف محسوس ہوا۔

(۳) اول تو علماء اخاف نے ان کی سرگرمیوں پر خاموشی اختیار کی لیکن جب یہ یقین ہو گیا کہ یہ لوگ ان سرگرمیوں سے باز آنے والے نہیں اور جب یہ لوگ تمام مذہبی، اخلاقی اور اخلاقی حدود سے تجاوز کر گئے تو علماء اخاف کو بھی مجبوراً محض دفاع کی خاطر میدان میں آنا پڑا اور علامہ ظہیر احسن شوقِ نیموی، مجاہد کبیر حضرت مولانا مرتضیٰ احسن صاحب چاند پوری فقیہ وقت حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب اور حضرت مولانا کرم الدین صاحب دبیر نے اس فتنہ کا تقریری اور تحریری طور پر مقابلہ کیا اور علمی دنیا میں غیر مقلدین حضرات کی حقیقت واضح کر دی اور ثانی الذکر دو بزرگوں نے توفاتحہ خلف الامام اور دیگر بعض مسائل میں میدانِ مناظرہ میں انہی عظیم شکست دی کہ غیر مقلد مناظرین کو پھر دوبارہ ان بزرگوں کے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ ہو سکی لیکن اس امر کا احساس بڑی شدت اختیار کرتا چلا جا رہا تھا کہ ان مسائل کے متعلق چند کتابیں ایسی تحریر کی جائیں جن میں ان مسائل کے تمام مباحث تفصیلی طور پر جمع ہو جائیں اور متلاشیانِ حق کو تمام مباحث یجا فراہم ہو سکیں۔

(۴۱) چنانچہ اسی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے والد محترم محقق وقت حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صاحب صفدر دامت برکاتہم شیخ الحدیث مدرسہ نصرت العلوم گوہر انوالہ نے فاتحہ خلت الامام کے موضوع پر ایک خالص علمی اور تحقیقی کتاب "احسن الکلام فی عدم وجوب قراءة الفاتحة خلت الامام" دو جلدوں میں تحریر فرمائی، اس کتاب کا علماء کرام، فقہاء عظام اور محدثین نے پر جوش خیر مقدم کیا اور اس کو انتہائی پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا اور اکابر محدثین نے زوردار الفاظ میں تقاریظ لکھ کر اس کی تائید فرمائی اور علمائے اس کی بے انتہا تعریف کی لیکن غیر مقلدین حضرات اس کتاب کے منظر عام پر آنے سے بے حد سنج پا ہوئے اور ان کے عزائم کی وہ خوشنما عمارت جو عرصہ سے وہ تصور میں قائم کئے ہوئے تھے دھڑام سے زمین پر آ رہی چنانچہ اس کتاب کا جواب لکھنے کے لیے کافی لوگوں نے ہاتھ پاؤں ہلائے لیکن اس کتاب کا دائرہ اثر بجائے تنگ ہونے کے دن بدن وسیع ہوتا چلا گیا اور جن لوگوں نے اس کے جوابات شائع کئے تھے ان کے جوابات خود اپنی ناکامی پر مصنفین کا منہ ٹکے رہ گئے، اب اس کتاب کے دوسرے ایڈیشن کی تیاری کی جا رہی ہے اور اس کا دوسرا ایڈیشن انشاء اللہ تعالیٰ ترمیم و اضافات کے ساتھ عنقریب منصفہ شہود پہ جلوہ گر ہو رہا ہے جس میں احسن الکلام کا جواب لکھنے والوں کے جوابات کا خوب جائزہ لیا گیا ہے۔

(۵۱) ملک کے چند اکابر علماء نے حضرت والد محترم دامت فیوضہم کو مشورہ دیا کہ

ایک تو یہ کتاب خالص علمی رنگ میں لکھی گئی ہے جس سے علماء اور طلبہ ہی صحیح طور پر مستفید ہو سکتے اور عوام الناس اس سے خاطر خواہ فائدہ حاصل نہیں کر سکتے اور دوسرا یہ کہ یہ کتاب بہت ضخیم ہے جسے ہر کوئی شخص پڑھ بھی نہیں سکتا اس لیے عوام کے لیے محض نفس مسئلہ اور اس کے ضروری مباحث پر مشتمل ایک چھوٹا سا رسالہ اس کتاب سے ملخص کر کے شائع کرنا چاہیے تاکہ علماء کی طرح عوام بھی اس مسئلہ کی حقیقت کو سمجھ سکیں اور غیر مقلدین حضرات نے عوام میں جو غلط فہمیاں پھیلا رکھی ہیں ان کا ازالہ ہو سکے۔

حضرت مدظلہ نے بارہا اس کام کے کرتے کا ارادہ فرمایا لیکن ان کی بے حد مصروفیات نے ان کو اس بات کی اجازت نہ دی اور کام بھی چونکہ بہت ضروری اور عجلت طلب تھا اس لیے احقر نے اس عظیم کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے باوجود اپنی علمی و عملی بے مائیگی کے بیڑا اٹھایا اور محض حد و حد قدوس کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے اس کام کا آغاز کیا اور اللہ جل جلالہ و عم نوالہ کے فضل و کرم کے ساتھ اس رسالہ کو مکمل کیا اس رسالہ میں جتنے مباحث ہیں وہ احسن الکلام ہی سے اخذ کئے گئے ہیں اگرچہ بعض مقامات پر ترتیب ایک ضروری مصلحت کے پیش نظر بدل دی ہے اور بعض جگہوں پر عبارت میں اجمال و تفصیل سے بھی کام لیا گیا ہے لیکن اس کا تانا بانا احسن الکلام ہی سے تیار کیا گیا ہے اس کتابچہ میں سند اور روایت کی توثیق و جرح پر اور نیز دیگر اعتراضات اور ان کے جواب

۱۰
پر کوئی بحث نہیں کی گئی وہ جس صاحب ذوق نے دیکھنی ہو تو اصل کتاب
احسن الکلام میں دیکھے ہاں صرف باحوالہ مسئلہ اس کتابچہ میں پڑھ لے۔

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ حضرت والد محترم منظلہ کی صحت
اور درازی عمر کے لیے دعا کریں اور اس حقیر کے لیے دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ
اس حقیر پر تقصیر کو علم نافع اور عمل صالح کی دولت عظمیٰ سے نوازے اور دین حق
کی اور علماء کرام کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے آمین
ثم آمین۔

خاکپائے علماء اخاف

حقیر پر تقصیر حافظ محمد عبدالمبین خاں زاہد

متعلم مدرسہ نصرت العلوم گوہر النوالہ

۹ صفر ۱۳۸۵ھ

۱۰ رجب ۱۹۶۵ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَاتَمِ النَّبِيِّينَ
 وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ ۝

سبب تالیف

عالم انسانی میں ہر چیز کا وجود اسباب و علل اور دواعی و محرکات کے وجود پر موقوف ہے جب تک علت وجود اپنے تمام لوازم و دواعی کے ساتھ معرض وجود میں نہ آجائے کسی چیز کا عالم وجود میں آنا ممکن نہیں اگرچہ مسئلہ قرآنہ خلف الامام اپنے مثبت یا منفی پہلو کے لحاظ سے عمدہ صحابہ کرامؓ سے لے کر تا مہنوز بحث و تحقیص اور تطبیق و ترجیح کا محتاج رہا ہے اور ہر فریق نے اپنی صواب دید کے مطابق اس کے حرم یا مباح پہلو پر خامہ فرسائی کی اور دلائل کو اجاگر کر کے اپنے مسلک کی تائید اور دوسرے فریق کو جواب دیا ہے مگر کتاب احسن الکلام کو اس خاص شکل و صورت اور ترتیب و دلائل کے ساتھ پیش کرنے کا بڑا سبب فریق ثانی کی حد سے زیادہ تجاوز اور گرم گفتاری ہے اور گویا ہم یہ کہنے میں بالکل حق بجانب ہیں کہ س۔ ع۔

۱۲
اے باد صبا ایس ہمہ آوردہ گسست!

غیر مقلدین حضرات کا یہ دعوئے ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتا اس کی نماز بالکل نہیں ہوتی اور بعض نے تو یہاں تک تجاوز کیا ہے کہ جملہ اخلاف کو بے نماز اور مفسدین صلوٰۃ کے خطاب سے نوازا ہے چنانچہ ان حضرات کی تعدی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب (المتوفی ۱۳۸۵ھ) لکھتے ہیں کہ ”بالخصوص قسم کھا کر کہے کہ حنفیوں کی نماز نہیں ہوتی اور ان کی بیبیوں سے غیر مقلدین کو بلا طلاق نکاح جائز ہے“ (نتیجۃ التفتیح ص ۳۵) اور ایک غیر مقلد مگر منصف مزاج عالم لکھتے ہیں کہ ”اول تحریر ایک ہمارے ہی علماء اہل حدیث کی پرچہ تنظیم میں طبع ہوئی تھی جس میں مولانا موصوف نے مدرک رکوع کے اعتداد والوں کو مخد فی النار تک کا حکم صادر فرما دیا تھا نتیجہ اس طرح نکالا تھا کہ مدرک رکوع سے فاتحہ مفقود ہوتی ہے لہذا اس کی نماز نہیں جس کی نماز نہیں وہ بے نماز ہے بے نماز کافر ہے لہذا مخد فی النار ہے (بلفظہ) بجوالہ اتمام الركوع فی ادراك الركوع ص طبع کردہ مینجر رسالہ صحیفۃ اہل حدیث صدر دہلی۔

اور اب کراچی سے ایک کتابچہ بنام ”فصل الخطاب فی قرأۃ فاتحۃ الكتاب“ کتب خانہ اہل حدیث ۱۱۹ نیو کلا تھ مارکیٹ کراچی کی طرف سے شائع ہوا ہے جس میں استہانی فراخ دلی سے روئے زمین کے اخلاف کو انعامی چیلنج کیا گیا ہے اور روئے زمین کی چیدہ چیدہ ہستیوں کو لکارا گیا ہے اس چیلنج کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

انعامی چیلنج :- تمام دنیا کے حنفی حضرات کو کھلا اور انعامی چیلنج دیا جاتا ہے جیسا کہ ہم اہلحدیث امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کے پڑھنے کا خاص لفظ حدیث مرفوع صریح صحیح حسن بحوالہ صحیح ستہ وما وافق بہا دکھاتے ہیں ایسا ہی وہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کے نہ پڑھنے کا خاص لفظ حدیث مرفوع صریح صحیح حسن سے بحوالہ صحیح ستہ وما وافق بہا دکھا دیں تو ہم ان کو اس حق محنت وادہمت سے صداقت کے صلہ میں فاتحہ کے ہر حرف کے بدلے میں مبلغ ایک سو روپے دینے کو تیار ہیں انشاء اللہ، کیا ہے روئے زمین پر کوئی زندہ دل حنفی جو میدان مناظرہ میں کودے اور امام کے پیچھے خاص لفظ فاتحہ کے نہ پڑھنے کا دکھا کر مبلغ پانچ سو روپیہ کا انعام حاصل کرے دیدہ باید۔

اس انعامی چیلنج کو شائع کئے ہوئے آج تیرہ سال سے زائد کا عرصہ ہو چکا ہے اور تقریباً یہ چیلنج بارہ ہزار کی تعداد میں طبع کر کے علماء اور جملاء کے ہاتھوں میں پہنچا چکے ہیں۔ دیوبند، ڈابھیل اور ہندوستان و پاکستان کے احناف کے بڑے بڑے مدارس میں بھی پہنچ چکا ہے احناف کے مقتدر علماء مفتی کفایت اللہ صاحب مولانا حسین احمد مدنیؒ اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی خدمت میں پیش ہو چکا ہے لیکن اس وقت تک کسی حنفی کو یہ جرأت نہیں ہوئی اور نہ ہی آئندہ ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ کہ وہ دنیا کی کسی کتاب سے ایک حدیث ہی موجب شرائط مندرجہ درجہ چیلنج پیش کر کے انعام حاصل کرنے کے علاوہ مذہب حنفی پر احسان کرنا لیکن کرتا کہاں سے جب کہ اس طرح ایک

حدیث کسی دنیا کی اسلامی کتب میں موجود نہ ہو اور یقیناً نہ ہو انتہی بلفظہ فصل الخطاب
 ص ۲ و ص ۳) اس شاہی اور فرخاندانہ انعامی چیلنج کے بعد اسی کتابچے کے آخری صفحہ
 پر یہ اعلان ان الفاظ سے دہرایا گیا ہے "تمام دنیا کے علماء احناف کو کھلا چیلنج"۔

ہم تمام علماء احناف ہند، سندھ، پنجاب، بنگال، خراسان، عربستان
 چین، جاپان، افریقہ، امریکہ، آسٹریلیا، یورپ، مصر، عراق وغیرہ کو بذریعہ چیلنج و
 اشتہار ہذا کے دعوت دیتے ہیں کہ ان مسائل مندرجہ ذیل کو کسی آیت یا حدیث
 صحیح مرفوع متصل سے اور وہ حدیث جس مسئلہ کے ثبوت میں پیش کریں
 نص صریح صحاح و ما وافق بہما سے ثابت فرمادیں تو ہم ان
 کو اس حق محنت، داد ہمت، تمغہ صداقت کے صلہ میں ہر آیت اور ہر
 حدیث کے بدلہ میں پچیس روپیہ انعام دیں گے انشاء اللہ۔

۱۱ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقتدیوں کو فاتحہ سے منع کرنا۔

(پھر نو عدد مسئلے لکھ کر اور تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ تحریر فرما کر بحث کو اس
 اعلان پر ختم کیا ہے) هَلْ مِنْ مَبَارِزٍ يُبَارِزُ فِيْهَا - یعنی کیا ہے روئے زمین پر کوئی
 زندہ دل اور خوش نصیب حنفی بھائی جو میدان میں کودے اور ہم سے سینکڑوں
 روپیہ کا انعام حاصل کرے دیدہ باید انتہی بلفظہ (فصل الخطاب) اور اب فصل الخطاب
 ص ۱ کے جدید ادیشن میں یہ دعوے کیا گیا ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے ہر رکعت میں
 سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز ناقص ہے۔ کالعدم ہے بیکار ہے اور باطل ہے

(بلفظہ) مشہور غیر مقلد مولوی ابوالشکور عبدالقادر صاحب حصار دی لکھتے ہیں کہ۔

حق مذہب اہل حدیث ہے اور باقی جھوٹے اور جہنمی ہیں تو اہل حدیثوں پر واجب ہے کہ ان تمام گمراہ فرقوں سے بچیں (بلفظہ) سیاحتہ الجنان منکحتہ اہل الایمان (ص ۷۷) اور نیز لکھا ہے کہ مقلدین خفیہ کے ہر دو فرقے دیوبندی اور بریلوی بلاشبہ گمراہ ہیں اور اہل حدیثوں جیسے مسلمان نہیں (ایضاً ص ۷۷) اور پھر لکھا ہے کہ خواص تو جانتے ہیں میں عوام کی خاطر کچھ عرض کرتا ہوں کہ مقلدین موجودہ دس وجہوں سے (جن میں ایک ترک القراءۃ خلف الامام بھی ہے) گمراہ ہیں اور فرقہ ناجیہ سے خارج ہیں جن سے منکحت جائز ہے (بلفظہ ص ۷۸) اور پھر آگے لکھا ہے کہ سچا فرقہ اور ناجیہ المحدث ہے باقی سب فی النار والسقر ہیں لہذا منکحت فرقہ ناجیہ کی آپس میں ہونی چاہیئے اہل بدعت سے نہ ہونا کہ مخالفت لازم نہ آئے (بلفظہ ص ۷۹) یہ اور اس قسم کے دیگر اقتباسات کو پیش نظر رکھ کر پڑھے آدمی کو ضرور شبہ ہو جاتا ہے کہ حنفی معاذ اللہ گمراہ ہیں اور ان کی گمراہی کے مسائل میں سے ایک مسئلہ ترک القراءۃ خلف الامام بھی ہے۔ اس مجبوری کے پیش نظر ہم نے یہ کتاب سہل زبان میں لکھی ہے تاکہ منصف مزاج حضرات خود فیصلہ کر لیں کہ حق کس کے ساتھ ہے۔

فریق ثانی کے تیرھویں صدی ہجری کے دکیل عظیم مولانا عبدالرحمن صاحب مبارکپوری (المتوفی ۱۳۵۳ھ) جن کی کتاب تحقیق الکلام پر فریق ثانی کے مسئلہ بجز پر مناظرہ کا دار و مدار ہے۔ امام خطابی (المتوفی ۳۸۸ھ) کے حوالہ سے لکھتے ہیں

کہ اس مسئلہ میں صحابہ کرامؓ کا اختلاف تھا ایک گروہ قرأت خلف الامام کا قائل
 اور دوسرا گروہ معکرتھا اسی لئے فقہاء کرامؓ اور ائمہ دینؒ کا بھی اس میں اختلاف ہے
 ایک طائفہ مطلقاً وجوب کا قائل ہے اور دوسرا مطلقاً ممانعت کا اور تیسرا گروہ
 سرری نمازوں میں قائل ہے اور جہری میں قائل نہیں ہے (محصلہ تحفۃ الاحوذی
 جلد ۲۵۷) اندر یہ حالات انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ فریق ثانی جس پہلو کو حق
 اور صحیح سمجھتا شدت کے ساتھ اس پر عمل پیرا ہوتا لیکن اس اختلافی مسئلہ میں
 دوسروں کی تکفیر و تفسیق ہرگز نہ کرتا اور ان پر تعدی و تجاوز سے گریز کرتا مگر آپ
 دیکھ چلے ہیں کہ وہ تو ان کو (معاذ اللہ) نرا گمراہ اور ناجی فرقہ سے ہی خارج نہیں کر
 سہے بلکہ ان کو فی النار والسقر کر کے ہی خوشی محسوس کرتے ہیں (العیاذ باللہ) اور بائیں
 ظلم و جور فریق ثانی سلف صالحینؓ کی محبت کا دم بھرتا ہے اور عوام کو یہ باور کرا رہا
 ہے کہ سنت صحیحہ صرف مجھے الاٹ ہے اور اس کا بلا شرکت غیرے واحد ٹھیکیدار
 ہی میں ہوں اور مجھے ہی دین کا غم ہے۔ فوا اسفا۔

کیا غمخوار نے رُسوا لگے آگ اس محبت کو
 نہ لائے تاب جو غم کی وہ میرا زداں کہیں

باب اوّل

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفیٰ بر جان مسلم داشتن

اہل اسلام پر یہ بات مخفی نہیں کہ قرآن کریم کو قطعیت اور یقین کا جو درجہ حاصل ہے وہ دنیا میں کسی اور کتاب کو ہرگز حاصل نہیں ہے اس لحاظ سے جس مسئلہ پر قرآن کریم کی کسی آیت سے روشنی پڑتی ہو وہ مسئلہ کبھی غلط نہیں ہو سکتا۔ اور جس گروہ کے ہاتھ میں قرآن پاک کی آیت بطور دلیل موجود ہو وہ یقیناً برحق ہوگا بحمد اللہ تعالیٰ جمہور اہل اسلام کے پاس امام کے پیچھے ہر قسم کی قرأت ترک کرنے کے بارے میں نص قطعی موجود ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ
وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ۔
اور جب قرآن کریم پڑھا جائے تو اس کی طرف
کان لگاؤ رہو اور چپ رہو تا کہ تم پر رحم ہو۔

۱۸
پ، اعراف، (۴)۔

جمہور اہل اسلام کا بیان ہے کہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مسئلہ قرأتہ خلفاً پر روشنی ڈالی ہے کہ جب امام قرآن کریم کی قرأت کر رہا ہو تو اس وقت مقتدیوں کا وظیفہ صرف یہ ہے کہ نہایت توجہ کے ساتھ اس کی طرف کان لگائے رکھیں اور خود خاموش رہیں امام کا وظیفہ قرأت کرنا اور مقتدیوں کا وظیفہ صرف استماع اور انصاف یعنی توجہ کرنا اور خاموش رہنا ہے۔

اس آیت کی تشریح میں پہلی روایت امام ابن جریرؒ رأس المفسرین حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے اس آیت کی تفسیریوں نقل فرماتے ہیں کہ :-

صَلَّىٰ ابْنُ مَسْعُودٍ فَسَمِعَ اَنَاسًا يَقْرَأُ زَنْ مَعَ اِدْمَامٍ فَلَمَّا انْصَوَتْ قَالَ اَمَّا اَنْ لَّكُمْ اَنْ تَفْهَمُوْا اَمَّا اَنْ لَّكُمْ اَنْ تَعْقِلُوْا وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا وَاَنْصِتُوْا لَهَا اَمْرٌ كُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی (تفسیر ابن جریر جلد ۹ ص ۱۳۱)

حضرت ابن مسعودؓ نے نماز پڑھی سو انہوں نے چند آدمیوں کو امام کے ساتھ قرأت کرتے سنا جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا وہ وقت ابھی نہیں آیا کہ تم عقل اور سمجھ سے کام لو اور جب قرآن کی قرأت ہوتی ہو تو تم اس کی طرف توجہ کرو اور خاموش رہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔

یہ صحیح روایت وضاحت سے یہ بات ثابت کرتی ہے کہ پڑھنے والے امام کے پیچھے قرأت کر رہے تھے اور حضرت ابن مسعودؓ نے ان کو عقل و فہم سے کام

نہ لینے پر تنبیہ فرماتے ہوئے امام کے پیچھے قرأت سے منع فرمایا اور یہ بات بھی عیاں کر دی کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو استماع اور انصات کا حکم دیا ہے جو امام کے ساتھ اس کی اقتداء میں نماز ادا کر رہے ہوں۔ اور یہی حضرت ابن مسعودؓ ہیں جو کتاب اللہ کے عالم ہونے میں تمام صحابہ کرامؓ حتیٰ کہ خلفاء راشدینؓ سے بھی بڑھے ہوئے تھے اور جن کو ہر سورت اور ہر آیت کا نشانِ نزول بخوبی معلوم تھا۔

دوسری روایت :- حضرت امام بیہقیؒ کتاب القراءۃ میں حضرت ابن مسعودؓ سے نقل فرماتے ہیں کہ :-

قَالَ عَبْدُ اللَّهِ فِي الْقِرَاءَةِ خَلْفَ
إِلَى مَامِ الْوَصْتِ لِلْقُرْآنِ كَمَا
أُمِرْتُ فَإِنَّ فِي الْقِرَاءَةِ لَشُغْلًا وَ
سَيَكْفِيكَ ذَلِكَ إِذَا مَامَ -
(کتاب القراءۃ ص ۷۳)

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے خاموشی اختیار کرو جیسا کہ تمہیں حکم دیا گیا ہے کیونکہ خود پڑھنے سے امام کی قرأت سننے سے آدمی رہ جاتا ہے اور امام کا پڑھنا ہی تمہارے لیے کافی ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ کی یہ روایت بھی صحیح ہے اور خطاب ان لوگوں کو ہے جو امام کے پیچھے قرأت کر رہے تھے جیسا کہ الفاظ سے ظاہر ہے۔

حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ (المتوفی ۶۸ھ) سے اس آیت کی تفسیر میں متعدد روایات مروی ہیں مگر اس جگہ ہم صرف دو روایتیں نقل کرتے ہیں۔

پہلی روایت: حضرت امام بیہقی کتاب القراءة میں نقل فرماتے ہیں کہ۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى
وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَمِعُوا لَهُ
وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ
يَعْنِي فِي الصَّلَاةِ الْمَقْرُوءَةِ۔
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آیہ کریمہ وَإِذَا
قَرَأْتَ الْقُرْآنَ اَلْمَوْفُورُ نَمَازِ كَيْ بَارِ
میں نازل ہوئی ہے۔

(کتاب القراءة ص ۳)

حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت کا مفہوم واضح ہے کہ اس آیت میں
استماع اور انصات کا جو حکم آیا ہے وہ شانِ نزول کے اعتبار سے صرف فرضی
نمازوں کو شامل ہے گو غیر فرضی نمازوں (نماز عید و تراویح وغیرہ) اور خطبہ کو
بھی عموم الفاظ کے لحاظ سے یہ شامل ہے۔

دوسری روایت: حضرت امام بیہقی کتاب القراءة میں نقل فرماتے ہیں
کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ۔

الْمُؤْمِنُ فِي سَعَةِ مِّنَ الْإِسْتِمَاعِ
إِلَيْهِ إِلَّا فِي صَلَاةٍ مَّقْرُوءَةٍ
أَوْ الْمَكْتُوبَةِ أَوْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ أَوْ
يَوْمِ الْفِطْرِ أَوْ يَوْمِ الْأَضْحَىٰ يَعْنِي وَإِذَا
قَرَأْتَ الْقُرْآنَ اَلْمَوْفُورُ كِتَابِ الْقِرَاءَةِ ص ۳
آیہ وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ اَلْمَوْفُورُ کے پیش نظر مومن
پر کوئی پابندی نہیں کہ وہ سنے یا نہ سنے مگر
فرضی نماز، نماز جمعہ، عید الفطر اور عید
الاضحیٰ کے موقع پر اس کے لیے کوئی گنجائش
نہیں ان حالات میں تو بہر حال اس کیلئے

استماع اور انصات ضروری ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کی سابق روایت سے معلوم ہو چکا ہے کہ آیہ کریمہ مذکورہ کا شان نزول فرضی نماز ہے اور اس روایت میں وہ عموم الفاظ کے پیش نظر خطبہ جمعہ اور عیدین کی نمازوں کو بھی شامل کرتے ہیں اور ان سب کا حکم بھی استماع اور انصات بیان فرماتے ہیں۔

حضرت مجاہد بن جبرؓ (المتوفی ۱۲۰ھ) اس آیہ کریمہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ اس آیت کا شان نزول نماز ہے یعنی انصات اور استماع کا حکم امام کے پیچھے نماز ادا کرنے والوں کے لیے ہے (کتاب القراءة ص ۷۲)

حضرت سعید بن مندبؓ (المتوفی ۹۴ھ) بھی اس آیہ کریمہ کا شان نزول نماز ہی بیان فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ الصَّلَاةِ یعنی یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے (کتاب القراءة ص ۷۵)

حضرت حسن بصریؓ (المتوفی ۱۰۸ھ) فرماتے ہیں کہ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لِلَّهِ الصَّلَاةِ یعنی اس آیہ کریمہ کا شان نزول نماز ہے (کتاب القراءة ص ۷۵)

حضرت امام زہریؓ (المتوفی ۲۴۰ھ) فرماتے ہیں کہ :-

لَا يَقْرَأُ مَنْ وَدَّ أَنْ يَدْعُوَ إِلَّا مِمَّا يَجْهَرُ فِيهِ إِلَّا مِمَّا يُكْفِيهِمْ قِرَاءَةً
امام کے پیچھے جہری نمازوں میں مقتدی کو قراۃ کہنے کی مطلقاً گنجائش نہیں ہے

إِلَّا مَامَرًا وَإِنْ لَمْ يَسْمَعْ صَوْتَهُ وَ
لَكِنْ يَقْرَأُونَ فِيْمَا لَا يُحْمَرُ بِهِ سِرًّا
فِي أَنْفُسِهِمْ وَلَا يَصْلَحُ لِأَحَدٍ خَلْفًا
أَنْ يَقْرَأَ مَعَهُ فِيْمَا يُحْمَرُ بِهِ سِرًّا
وَلَا عَلَانِيَةً فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ
وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ
أُولَئِكَ رُكُوبُ الْقِرَاءَةِ (۵۷)

امام کا پڑھنا ہی مقتدی کو کافی ہے چاہے
مقتدی کچھ بھی نہ سنتا ہو اس کو نہ جہر سے
پڑھنا جائز ہے اور نہ آہستہ ہاں بھری
نمازوں میں وہ اپنے دل میں قرائت کر
سکتا ہے اور جہری نمازوں میں اس لئے منع
ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب
قرآن کریم پڑھا جاتا ہو تو تم خاموش
رہو اور اسے سنو۔

بھری اور جہری نمازوں کا بیان اپنا جگہ پر ہو گا لیکن بہر حال امام نہری
بھی اس آیہ کریمہ کا شان نزول مسئلہ قرأت خلف الامام بتلگتے ہیں۔
حضرت عبید بن عمیر (المتوفی ۳۷ھ) اور حضرت عطاء بن ابی رباح (۲۰
(المتوفی ۳۷ھ) سے مروی ہے کہ وہ دونوں بزرگ ایک جگہ باتیں کر رہے
تھے اور پاس ہی ایک واعظ وعظ کر رہے تھے راوی کہتے ہیں کہ میں نے ان دونوں
بزرگوں کو کہا کہ آپ ذکر کیوں نہیں سنتے اور کیوں وعید کے مستوجب ہو رہے ہیں؟
ان دونوں نے میری طرف نگاہ اٹھائی اور پھر باتوں میں مشغول ہو گئے میں نے
پھر دوبارہ کہا تو پھر ان بزرگوں نے میری طرف دیکھا اور باتیں شروع کر دیں
پھر جب میں نے سہ بارہ کہا تو دونوں بزرگوں نے فرمایا کہ جو آیت تمہارے پیش نظر

ہے یعنی وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ، الخ تو یہ آیت نماز کے متعلق ہے نہ کہ وعظ وغیرہ کے متعلق۔ (تفسیر ابن جریر جلد ۹ ص ۱۱۸ و تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص ۶۲۳)

حضرت محمد بن کعب القرظی (المتوفی ۱۸۸ھ) فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم ائختصرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے قرأت کیا کرتے تھے جب آپ قرأت کرتے تو صحابہ بھی ساتھ ساتھ قرأت کرتے جاتے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ الخ کہ جب قرآن کریم پڑھا جاتا ہو تو تم خاموشی اور توجہ کیساتھ اسے سنو تاکہ تم رحم کئے جاؤ (کتاب القراءة ص ۱۴) حافظ ابن کثیر آیہ مذکورہ کے متعلق مفسرین نے اقوال نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:-

صحاك، ابراہیم نخعی، قتادہ - شعبی، سدی اور عبد الرحمن بن زید بن اسلم رحمہم اللہ تمام یہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کا شان نزول نماز ہے۔

وَكَذَٰلِكَ قَالَ الصَّحَاكُ وَابْرَاهِيمُ
الْمَغْنِيُّ وَقتَادَةُ وَالشَّعْبِيُّ وَالسُّدِّيُّ
وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ اسْلَمَ
أَنَّ الْمُرَادَ بِذَلِكَ الصَّلَاةَ۔

(ابن کثیر ص ۲۸۱ ج ۲)

حضرات! ابھی بہت سی مسند روایتیں تابعین، اتباع تابعین اور مفسرین کرام سے اس آیت کی تفسیر میں موجود ہیں مگر ہم طوالت کے خوف سے انہیں نظر انداز کرتے ہیں اور چند معتبر تفسیروں کے حوالے ہدیہ ناظرین کرتے

میں بغور ملاحظہ فرمادیں۔

امام ابن جریر طبری (المتوفی ۳۴۰ھ) آیہ مذکورہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس آیت کی تفسیر کے بارہ میں جتنے بھی اقوال ہیں ان سب میں سب سے زیادہ راجح قول یہ ہے کہ آیہ مذکورہ کا شان نزول نماز اور خطبہ ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

وَقَدْ صَحَّ الْخَبَرُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا ذَكَرْنَا مِنْ قَوْلِهِ وَإِذَا قَرَأَ إِلَّا مَامُ فَإِنْصِتُوا فَإِنَّ نَصَاتُ خَلْفِهِ بِقِرَاءَةٍ وَاجِبٌ عَلَى مَنْ كَانَ بِهِ مَوَظَّفًا سَامِعًا قَرَأَتْهُ لِعَمَلِهِمْ ظَاهِرُ الْقُرْآنِ وَالْخَبَرِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ صحیح حدیث مروی ہے کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو لہذا جو شخص امام کے پیچھے اس کی اقتداء کر رہا ہو اس پر واجب ہے کہ وہ خاموش ہو کر امام کی قرأت سنے کیونکہ قرآن کریم کے ظاہری الفاظ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث سے یہی ثابت ہے۔

(تفسیر ابن جریر جلد ۵ ص ۱۱۲)

امام حسین بن محمود بغوی (المتوفی ۵۱۶ھ) آیہ مذکورہ کی تفسیر میں متعدد اقوال نقل کرنے کے بعد اپنی تحقیق یوں درج فرماتے ہیں کہ۔

وَالْأَوَّلُ أَذَلُّ وَهُوَ أَنَّهَا فِي الْقِرَاءَةِ فِي الصَّلَاةِ لِذَلِكَ الْآيَةُ مُحْكِمَةٌ

ان سب میں سے راجح قول پہلا ہے وہ یہ کہ آیہ مذکورہ کا شان نزول نماز ہے

وَالْجُمُعَةُ وَجَبَتْ بِأَمْرِ نَبِيٍّ
وَالْفَقُّوْا عَلَيَّ أَنَّهُ مَأْمُورٌ بِهِ
بِإِلَّا نَصَاتِ حَالَةٍ مَا يَخْطُبُ
إِلَّا مَأْمُورٌ (تفسير معالم التنزيل على ابن
ابن كثير جلد ۳ ص ۶۲۳)

اس لئے کہ یہ آیت مکی ہے اور جمعہ تو مدینہ
میں فرض ہوا لہذا خطبہ اس کا شان نزول
کیونکہ ہو سکتا ہے ہاں مگر سب علماء کا
اتفاق ہے کہ خطبہ کے وقت بھی سامع کو
خاموش رہنا چاہیے۔

امام بغویؒ نے یہ معاملہ بالکل صاف کر دیا ہے کہ اس آیت کا شان نزول تو
صرف نماز ہے خطبہ کسی طرح بھی اس کا شان نزول نہیں ہو سکتا ہاں قرآن کریم
کے عموم الفاظ اور ائمہ دینؒ کے اتفاق سے خطبہ کے وقت خاموش رہنا بھی مامور ہے
علامہ محمود بن محمد زحمتیؒ (المتوفی ۵۲۸ھ) آیہ مذکورہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

ظَاهِرُهُ وَجُوبُ الْإِسْتِمَاعِ وَإِلَّا نَصَاتِ
وَقْتُ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ فِي صَلَاةٍ
وَعَبْرَ صَلَاةٍ وَقِيلَ كَانُوا يُتَكَلَّمُونَ
فِي الصَّلَاةِ فَتَزَلَّتْ ثُمَّ صَارَ سُنَّةٌ
فِي غَيْرِ الصَّلَاةِ أَنْ يُنْصَتَ الْقَوْمُ
إِذَا كَانُوا فِي مَجْلِسٍ يَقْرَأُ فِيهِ
الْقُرْآنُ۔ (تفسير كشاف للزمخشري

آیت کا ظاہری مفہوم اس بات پر دل
ہے کہ نماز یا غیر نماز ہر حالت میں قرآن
کی طرف توجہ کرنا اور خاموش رہنا ضروری
ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے لوگ نماز میں تکلم
کیا کرتے تھے اس وقت یہ آیت نازل
ہوئی پھر یہ سنت ہے کہ خارج از نماز
اگر کسی مجلس میں قرأت ہوتی ہو تو
سامع خاموشی اختیار کرے۔

قاضی بیضاوی (المتوفی ۷۸۵ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ :-

نَزَلَتْ فِي الصَّلَاةِ كَأَنُ ابْتِكَمُونُ

فِيهَا فَأَمَرُوا بِاسْتِمَاعِ قِرَاءَةِ الْإِمَامِ

وَالْإِنْصَاتِ لَهُ، وَظَاهِرُ اللَّفْظِ يَقْتَضِي

وُجُوبَهَا حَيْثُ يُقْرَأُ الْقُرْآنُ مُطْلَقًا

وَعَامَّةُ الْعُلَمَاءِ عَلَى اسْتِحْبَابِهَا

خَارِجَ الصَّلَاةِ -

(تفسیر بیضاوی ص ۲۸)

یہ آیت نماز کے بارہ میں نازل ہوئی ہے

لوگ نماز میں تکلم کیا کرنے تھے تو اس کے

ذریعہ ان کو قرأت امام کی طرف توجہ

کرتے اور خاموش رہنے کا حکم کیا گیا ہے آیت

کا ظاہر مقتضی یہ ہے کہ جہاں بھی قرأت

ہو وہاں استماع اور انصات ضروری ہو

لیکن اکثر علماء قرأت خارج الصلوة

میں انصات اور استماع کو صرف مستحب قرار دیتے ہیں

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ (المتوفی ۷۴۴ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے

ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن کریم مومنوں کے لیے بصیرت

ہدایت اور رحمت کا موجب ہے تو اس کے بعد قرآن مقدس کے احترام اور اس

کی تعظیم کا عملی طریقہ بتایا کہ جب قرآن کریم کی تلاوت ہوتی ہو تو اس وقت تم خاموش

رہو نہ جیسا کہ مشرکین قرآن سنتے وقت شور و غل مچا یا کرتے تھے آگے لکھتے ہیں :-

لَكِنْ يَتَأَكَّدُ ذَلِكَ فِي الصَّلَاةِ

الْمَكْتُوبَةِ إِذَا جَهَرَ الْإِمَامُ بِالْقُرْآنِ

كَأَنُ ابْتِكَمُوا فِي صَمِيحِهِ مِنْ

لیکن احادیث سے مؤکد طور پر خاموش رہنے کا

حکم صرف امام کے پیچھے فرضی نمازوں

میں اقتداء کرنے والوں کے لیے معلوم ہوتا

حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ
لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا
وَإِذَا قَرَأَ فَانصِتُوا وَكَذَلِكَ رَوَاهُ
أَهْلُ السُّنَنِ مِنْ حَدِيثِ أَبِي
هُرَيْرَةَ أَيْضًا وَصَحَّحَهُ مُسْلِمُ بْنُ
الْحَجَّاجِ وَلَمْ يُخْرِجْهُ فِي الْكِتَابِ
تفسير ابن کثیر جلد ۳ ص ۶۲۳ مع المعالم

ہے چنانچہ امام مسلم نے صحیح مسلم میں حضرت
ابو موسیٰ اشعریؓ کی روایت نقل کی ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب
امام تکبیر کہے تو تم بھی کہو اور جب امام قرأت
کریے تو تم خاموش رہو اسی طرح ارباب
سنن نے حضرت ابی ہریرہؓ کی روایت
بھی باسند پیش کی ہے اور امام مسلم نے
اس کی تصحیح کی ہے لیکن سند کے ساتھ
اپنے صحیح میں درج نہیں کی۔

علامہ ابوالسعود المتوفی ۹۸۲ھ، آیت مذکورہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ :-

فَاسْتَمِعُوا لَهُ اسْتِمَاعٌ تَحْقِيقٌ
وَقَبُولٌ وَانصِتُوا أَيْ اسْكُتُوا
فِي خِلَالِ الْقُرْآنَةِ وَرَأَوْهَا إِلَى
الْإِقْصَائِ بِهَا تَعْظِيمًا لَهُ وَتَكْمِيلًا
لِلْإِسْتِمَاعِ إِلَى أَنْ قَالَ وَظَاهِرُ النَّظْمِ
يَقْتَضِي وَجُوبَ الْإِسْتِمَاعِ وَالْإِنْصَاتِ
عِنْدَ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ فِي الصَّلَاةِ

یعنی قرآن کریم کی سماعت کی طرف ایسی توجہ
کرو جس سے تحقیق اور قبول حق کا جذبہ نظر
آئے اور آٹھائے قرأت میں بالکل خاموش ہو
اور قرأت مکمل ہونے تک اسے پوری توجہ
سے سنو تا کہ توجہ کا مکمل فائدہ حاصل ہو۔
آیت کے ظاہری الفاظ کا تقاضا ہے کہ
نماز میں اور خارج از نماز جہاں بھی قرأت

وَعِیْرَهَا اِلٰی اَنْ قَالَ وَجَبَهُوْرُ
الصَّحَابَةِ عَلٰی اَنَّهُ فِی اسْتِمَاعِ
الْمُؤْتَمِرِ (تفسیر ابوالسعود علی الکبیر
جلد ۳ ص ۵۰۳)

ہو وہاں خاموش رہنا چاہیے لیکن جمہور
صحابہ کا مسلک یہ ہے کہ وجوبی طور پر
خاموش رہنا صرف مقتدی کے لیے ہے

علامہ سید محمود آلوسی مفتی بغداد (المتوفی ۱۳۷۲ھ) اس آیت کی تفسیر میں
رقطرانہ ہیں کہ :-

اِدَّتْهَا تَقْتَضِيْ وَجُوْبَ اِدِّ اسْتِمَاعِ
عِنْدَ قِرَاةِ الْقُرْآنِ فِی الصَّلَاةِ
وَعِیْرَهَا وَقَدْ قَامَ الدَّلِيلُ فِیْ عُیْرِهَا
عَلَى اَجْوَاذِ اِدِّ اسْتِمَاعِ وَتَرْكِهٖ فَبَقِيَ
فِيْهَا عَلَى حَالِهٖ فِی اِدِّ نَصَاتٍ
لِّلْجَمْعِ وَكَذَا فِی اِدِّ خَفَاءٍ لِّعَلَمِنَا
بَاَنَّهُ يَقْرَأُ وَيُؤَيِّدُ ذٰلِكَ اَخْبَارُ
جَمْعَةٍ - (روح المعانی ص ۳۳ جلد ۹)

آیت کا مقتضی یہ ہے کہ نماز میں یا خارج
میں جب بھی قرأت ہوتی ہو تو خاموش رہنا
چاہیے لیکن خارج از نماز سماع و عدم
سماع دونوں پر دلیل قائم ہو چکی ہے لیکن
جمہری نمازوں میں بہر حال النصات اور
استماع ضروری ہے اسی طرح سبّری میں
بھی کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ امام قرأت
کر رہا ہے اور متعدد حدیثیں اس کی تائید
کرتی ہیں۔

شیخ الاسلام حافظ ابو عمر ابن عبد البر (المتوفی ۴۵۳ھ) فرماتے ہیں کہ امام
مالک جمہری نمازوں میں مقتدی کے لیے امام کے پیچھے قرأت کو صحیح نہیں

سمجھتے تھے۔

وَوَجَّهَهُ قَوْلُهُ تَعَالَى وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ لِاخِلَافِ أَنَّهُ نَزَلَ فِي هَذَا الْمَعْنَى دُونَ غَيْرِهِ وَمَعْلُومٌ أَنَّهُ فِي صَلَاةِ الْجَهْرِ لَوْنُ السِّرِّ لَا يُسْمَعُ فَذَلَّ عَلَى أَنَّهُ أَمَرَادُ الْجَهْرِ خَاصَّةً رَجَوَالَهُ
(ارجز المسالك جلد ۱ ص ۲۷۱)

اور ان کی دلیل خدا تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ جب قرآن کریم کی قرأت ہوتی ہو تو تم متوجہ ہو کر اس کو سنو تاکہ تم پر رحمت کی جائے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ اس آیت کا شان نزول صرف یہی ہے نہ کہ کوئی اور ظاہر ہے کہ استماع تو صرف جہری نمازوں میں ہی ہو سکتا ہے لہذا اس آیت سے جہری نمازیں مراد ہونگی نہ کہ سیری۔

یہ بات تو اپنے مقام پر آئے گی کہ آیت میں صرف استماع کا لفظ نہیں جو محض جہری نمازوں کو شامل ہے بلکہ اس میں انصات کا لفظ بھی ہے جو سیری نمازوں کو بھی شامل ہے لیکن حافظ ابن عبد البر قرآن کریم کی اس آیت کا شان نزول صرف نماز اور مسئلہ قرأت خلف الامام کو قرار دیتے ہیں اور اس حوالہ سے ہماری مراد بھی یہی امر ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

فَالنِّزَاعُ مِنَ الطَّوَفَيْنِ لِكِنَّ الذِّنِّ
مسئلہ زیر بحث میں نزاع تو طرفین سے ہے

يُنْهَوْنَ عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ
جَمْعُهُمْ السَّلَفُ وَالْخَلْفُ وَمَعَهُمُ
الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ الصَّيِّحَةُ وَالَّذِينَ
أَوْجِبُوا عَلَى الْمَأْمُورِ فَحَدِيثُهُمْ
ضَعْفٌ أَلَيْسَ بِمَثَرَةٍ -

(تنوع العبادات لابن اليمية ص ۸۶)

اور دوسرے مقام پر شیخ الاسلام تحریر فرماتے ہیں کہ۔

وَقَوْلُ الْجَمْعِ هُوَ الصَّيِّحُ فَإِنَّ اللَّهَ
سُبْحَانَهُ قَالَ إِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ
فَأَسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ
تُرْحَمُونَ قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ
أَجْمَعَ النَّاسُ عَلَى أَنَّهَا نَزَلَتْ
فِي الصَّلَاةِ -

(فتاویٰ ابن تیمیہ جلد ۲ ص ۴۱۲)

شیخ الاسلام مذکور ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

وَذَكَرَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ أَجْمَعَ عَلَى أَنَّهَا نَزَلَتْ فِي الصَّلَاةِ
وَذَكَرَ الْإِسْلَامُ عَلَى أَنَّهَا تَجِبُ عَلَى الْمَأْمُورِ

لیکن جو لوگ امام کے پیچھے قرأت سے منع
کرتے ہیں وہ جمہور سلف و خلف میں اور
ان کے ہاتھ میں کتاب اللہ اور سنت صحیحہ
ہے اور جو لوگ قرأت مقتدی پر واجب
قرار دیتے ہیں تو ائمہ حدیث نے ان کی
حدیث کو ضعیف کہا ہے۔

جمہور کا مسلک ہی صحیح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ
کا حکم ہے کہ جب قرآن کریم پڑھا جائے
تو تم اس کی طرف توجہ کرو اور خاموش
رہو تاکہ تم رحم کئے جاؤ امام احمد فرماتے
ہیں کہ اس بات پر سب لوگوں کا اجماع
ہے کہ اس آیت کریمہ کا شان نزول نماز ہے

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ اس بات
پر لوگوں کا اجماع ہے کہ یہ آیت نماز کے

حَالُ الْجَهْرِ -

(فتاویٰ جلد ۲ ص ۱۳۳)

بارہ میں نازل ہوئی ہے نیز جہری نمازوں
میں مقتدی پر قرأت واجب نہ ہوتے پر بھی
امام موصوف نے اجماع نقل کیا ہے۔

مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبد الصمد صاحب پشاوری لکھتے ہیں کہ۔

وَأُذِصِّحُّ كَوْنَهَا فِي الصَّلَاةِ لَهَا
دَفْعُ الْبَيْهَقِيِّ عَنِ الْإِمَامِ أَحْمَدَ
قَالَ أَجْمَعُوا عَلَى أَنَّهَا فِي الصَّلَاةِ
(اعلّم الاعلام في القراءة خلف الإمام ص ۱۹)

صحیح ترین بات یہ ہے کہ اس آیت کا
شان نزول نماز ہے جیسا کہ امام بیہقی نے
امام احمد بن حنبل سے نقل کیا ہے وہ فرماتے
ہیں کہ اس آیت کریمہ کے نماز کے بارے
میں نازل ہونے پر سب کا اجماع و اتفاق ہے۔

قارئین کرام! آپ نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے لے کر مولانا عبد الصمد صاحب
تک چند محقق اکابر کے حوالے اور عبارات ملاحظہ کر لی ہیں کہ آیت وَاِذَا قَرَأْتَ
الْقُرْآنَ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَاَنْصِتُوا اَلَا يَهٰ كَا شَانِ نَزُولِ نَمَازِہے اور اس کے ذریعہ
اللہ تعالیٰ نے مقتدیوں کو امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کیا ہے اور اس آیت
کریمہ میں باقی تمام سورتیں عموماً اور سورہ فاتحہ خصوصاً لفظ قرآن کا مصداق ہے
چنانچہ دو سر مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد دیوں ہے کہ:-

اور البتہ دی ہیں ہم نے آپ کو سنا بیٹن

وَلَقَدْ اَتَيْنَكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِ

جو بار بار پڑھی جاتی ہیں اور یا قرآن پڑے

وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ ۝ (پہلا - الحجر - ۶)

درجہ کا۔

اور حضرت ابو ہریرہؓ (الموتی ۵۸) سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :-
 اُمُّ الْقُرْآنِ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ۔
 ان سات آیات اور قرآن عظیم کا مصداق سورہ فاتحہ ہے۔

(بخاری جلد ۲ ص ۶۸۳)

اور حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تورات و انجیل اور زیور و قرآن کریم میں سورہ فاتحہ جیسی اور کوئی سورت نازل نہیں ہوئی۔

وَأَمَّا السَّبْعُ مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ الَّذِي أُعْطِيتُهُ۔
 اور بے شک سورہ فاتحہ سبع مثانی اور قرآن عظیم کا مصداق ہے جو مجھے عطا ہوئی ہے۔
 (دارمی ص ۶۷ طبع و مشق)

اور حافظ ابن کثیرؒ تحریر کرتے ہیں کہ :-

فَهَذَا نَصٌّ فِي أَنَّ الْفَاتِحَةَ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ۔
 کہ یہ روایات اور اقوال اس بات پر نص ہیں کہ سبع مثانی اور قرآن عظیم کا مصداق سورہ فاتحہ ہے۔
 (تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص ۵۵)

چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت ابن مسعودؓ

حضرت ابن عباسؓ، امام ابراہیم النخعیؒ، عبداللہ بن عبید بن عمیرؓ، ابن ابی ملیکہؓ، شہر
بن حوشبؓ، حسن بصریؓ، مجاہدؓ اور قتادہؓ وغیرہ یہ فرماتے ہیں کہ سبع المثانی اور قرآن
العظیم کا مصداق سورہ فاتحہ ہے (تفسیر ابن کثیر جلد ۱ ص ۵۵)

اس اعتبار سے آیت کریمہ **وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا**
الآیت کا مطلب صاف طور پر یہ ہوگا کہ جب سورہ فاتحہ پڑھی جائے تو تم توجہ
کرو اور بالکل خاموش رہو اور چونکہ اس آیت کریمہ کا شان نزول نماز اور خلعت
الامام کا مسئلہ ہے جیسا کہ باحوالہ عرض کیا گیا ہے تو اس لیے امام کے پیچھے مقتدیوں
کو دیگر سورتوں کی قرائت عموماً اور سورہ فاتحہ کی خصوصاً درست نہ ہوگی کیونکہ
استماع والتصات کو رب العزت نے امر کے صیغوں کے ساتھ بیان فرمایا
ہے اور ظاہر بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور امر کی خلافت و زری کی گنجائش
اور جواز کہاں سے پیدا ہو سکتا ہے؟ لیکن خدا خفی اور سمجھ شرط ہے۔

باب دوم

داریم باخلاص سرِ برخطِ تسلیم
قرآنِ محدث است شفاءِ دل بخور
باقول نبی چون و چرا نہ شنایم
قانون و اشارات مشفارانہ شنایم
قرآنِ کریم کے بعد دلائل و براہین کے باب میں تمام اہل اسلام کے نزدیک
حدیث کا مقام ہے کیونکہ جس مسئلہ کی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قولاً و
فعلاً وضاحت فرمائی ہو وہ مزید کسی تشریح و تفصیل کا ہرگز محتاج نہیں ہوتا جمہورِ کامتل
جس طرح مسئلہ ترکِ قرأتِ خلف الامام میں قرآنِ کریم کی نصّ قطعی پر مبنی ہے اسی طرح ترک
قرأتِ خلف الامام کے مسئلہ میں ان کا دامن بحمد اللہ تعالیٰ صحیح احادیث سے بھی لبریز
ہے چند صحیح اور حسن قسم کی حدیثیں اس پر ہدیہ قارئین کرام کی جاتی ہیں غور و انصاف
سے ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی حدیث :- حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ :-
حَطَبْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب

وَسَلَّمَ فَعَلَّمَنَا سُنَّتَنَا وَبَيَّنَّ لَنَا
صَلَاتَنَا فَقَالَ إِذَا كَبَّرَ إِلَّا مَامُ
فَكَبِّرُوا وَإِذَا قَرَأَ فَانصِتُوا ۱۔

صحیح البوعوانہ جلد ۲ ص ۱۳۳ واللفظہ صحیح
مسلم جلد ۱ ص ۱۱۱ منہ احمد جلد ۴ ص ۴۹۵
ابن کثیر جلد ۲ ص ۲۸

فرمایا اور سنت کی تعلیم دی اور نماز کا طریقہ
بتلایا اور فرمایا کہ جب امام تکبیر کہے تو تم
بھی تکبیر کرو اور جب امام قرأت کرے تو
تم خاموش رہو۔

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ قرأت کرتا امام کا فریضہ اور ڈیوٹی ہے۔
مقتدیوں کا وظیفہ صرف خاموش رہنا اور انصات کرنا ہے اور ان کے لیے بغیر
انصات کے اور کسی چیز کی گنجائش نہیں اور روایت چونکہ مطلق ہے اس لیے
بہتری اور بہتری دونوں قسم کی نمازوں کو شامل ہے۔
دوسری حدیث :- حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں
کہ :-

أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
خَطَبَنَا فَكَانَ مَا بَيْنَنَا لَنَا مِنْ
صَلَاتِنَا وَيُعَلِّمُنَا سُنَّتَنَا قَالَ أَقِيمُوا
الْصُّفُوفَ ثُمَّ لِيَوْمُكُمْ أَحَدُكُمْ
فَإِذَا كَبَّرَ إِلَّا مَامُ فَكَبِّرُوا وَإِذَا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب
فرمایا اور نماز کا طریقہ سکھایا اور سنت کی
تعلیم دی اور فرمایا کہ صفیں درست کیا کرو
تم میں سے ایک آدمی امام بنے اور جب
امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کرو اور جب امام

قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

قَرَأُوا نِصَّتُوا۔ (البوعوانہ جلد ۲ ص ۱۳۲)

واللفظ لہ۔ البوداؤد جلد ۱ ص ۱۴۲)

تفسیر می حدیث ۱۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ :-

فرمایا جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو
اور جب امام غیر المغضوب علیہم
وَلَا الضَّالِّينَ فَقُولُوا آمِينَ۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِذَا قَرَأَ إِمَامٌ فَانِصَّتُوا
وَإِذَا قَالَ غَيْرَ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ
وَلَا الضَّالِّينَ فَقُولُوا آمِينَ۔

(البوعوانہ جلد ۲ ص ۱۲۲)

ان تمام صحیح روایات سے معلوم ہوا کہ قرأت کرتا امام کا کام ہے اور مقتدیوں کا
کام صرف خاموش رہنا ہے اور آپ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ جب امام جہر کرے
تو تم خاموش رہو بلکہ یہ فرمایا ہے کہ جب امام قراءۃ کرے تو تم خاموش رہو اور یہ مفہوم عبادة النص کے
طریقہ پر جہری اور سہری نمازوں کو شامل ہے جیسا کہ محضی نہیں ہے اور اس روایت سے صراحت سے
ثابت ہوا کہ غیر المغضوب علیہم سے پہلے امام جو قراءۃ کریگا اور مقتدی اس وقت
خاموش ہوگا وہ سورۃ فاتحہ کے علاوہ اور کونسی قرأت ہے ؟

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی اس حدیث کو جو متعدد کتب حدیث میں آئی ہے
اور جس کو امام مسلم نے بھی صحیح میں نقل کیا ہے۔ مندرجہ ذیل ائمہ حدیث نے صحیح کہا ہے۔

(۱) امام احمد بن حنبل (۲) امام مسلم (۳) امام نسائی (۴) امام ابن جریر (۵)

علامہ ابن حزم (۱۶) امام منذری (۷)، حافظ ابن کثیر (۸)، امام اسحاق بن راہویہ -
 (۹) امام ابوبکر بن اثرم (۱۰) حافظ ابن حجر (۱۱) امام ابوزرعہ رازی (۱۲) امام موفق الدین
 ابن قدامہ (۱۳) امام شمس الدین بن قدامہ (۱۴) امام ابن خزیمہ (۱۵) امام ابو عمر
 بن عبد البر (۱۶) شیخ الاسلام ابن تیمیہ (۱۷) امام ابوعوانہ (۱۸) نوایب عیون حسن
 خان (۱۹) علامہ مالدینی (۲۰) علامہ علی (۲۱) امام ابن معین (۲۲) امام عثمان
 بن ابی شیبہ (۲۳) امام سعید بن منصور خراسانی (۲۴) امام علی بن المدینی (۲۵)
 امام ابن صلاح -

چوتھی حدیث :- حضرت ابوسہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ :-

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا
 كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا
 وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ مِنْ جَمْعِهِ
 فَقُولُوا اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ
 (نسائی ج ۱ ص ۱۸۱)

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 نے کہ امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے تاکہ اس کی
 اقتدا کی جائے پس جب امام تکبیر کہے تو تم
 بھی تکبیر کرو اور جب امام قرأت کرے
 تو تم خاموش رہو اور جب امام سمع اللہ لمن
 حمدہ کہے تو تم اللہم ربنا ولک الحمد کہو۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ تمام نمازوں میں امام کا وظیفہ قرأت کرنا
 اور مقتدی کا وظیفہ خاموشی کے ساتھ اس کی طرف متوجہ رہنا ہے۔

پانچویں حدیث :- حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ إِذَا قَرَأَ إِلَّا مَامُ قَانِصَتْوَا -

(کتاب القراءة للبیہقی ص ۱۲۱)

چھٹی حدیث: حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ وہ
فرماتے ہیں کہ:-

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
انْصَرَفَ مِنْ صَلَاةٍ جَهْرٍ فِيهَا

بِالْقُرْآنِ فَقَالَ هَلْ قَرَأْتُ مَعِيَ مِنْكُمْ
أَحَدٌ إِنْفَا فَقَالَ رَجُلٌ نَعَمْ أَنَا

يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي أَقُولُ

مَا بِي أَنَا ذَرِعُ الْقُرْآنَ فَإِنْ تَهَيَّي النَّاسُ
عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا جَهَرَ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقِرَاءَةِ حِينَ

سَمِعُوا ذَلِكَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (موطا امام مالک ص ۳۰، ۳۱)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا
کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک جہری
نماز سے فارغ ہوئے اور فرمایا کہ کیا تم میں سے

کسی نے ابھی میرے ساتھ قرأت کی ہے؟
ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ جی ہاں

میں نے قرأت کی ہے تو حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جہری تو میں اپنے

دل میں کہہ رہا تھا کہ میرے ساتھ قرآن کریم
کی قرأت میں منازعت اور ہاتھ پائی کیوں

ہو رہی ہے؟ آپ کے اس ارشاد کے بعد جن
نمازوں میں جہر سے آپ قرأت کرتے لوگوں

نے آپ کے پیچھے قرأت بالکل ترک کر دی تھی۔

یہ روایت موطا امام مالک کے علاوہ حدیث کی دیگر معتبر کتابوں میں بھی مذکور ہے جس کے صحیح ہونے میں قطعاً کوئی کلام نہیں ہو سکتا جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت کی ممانعت میں یہ روایت قطعی ہے۔

نیز یہ واقعہ صبح کی نماز کا ہے جیسا کہ ابو داؤد (جلد ۲ ص ۱۲) میں مذکور ہے جس میں تمام صحابہ کرام تقریباً موجود ہوں گے مگر ان میں آپ کے پیچھے قرأت کرنے والا صرف ایک ہی شخص تھا اور آپ نے ان دیگر حضرات کو کچھ بھی نہیں کہا جنہوں نے آپ کے پیچھے قرأت نہیں کی بلکہ اسی کو ڈانٹ ڈپٹ کی جس نے قرأت کی تھی اور صحابہ کرام میں سے کسی نے اس کا حوالہ نہیں دیا کہ حضرت آپ نے قرأت کا خود حکم دیا تھا اب کیا کوئی نیا حکم آیا ہے جس میں اس کی ممانعت کی گئی ہو اور یہ ایک محال امر ہے کہ آپ نے تو تمام صحابہ کو قرأت کا حکم دیا ہو لیکن تعمیل کرنے والا صرف ایک ہی شخص ہو اور پھر آپ نے قیام، رکوع، سجود اور قعدہ وغیرہ کو نیز تبسیع، تحمید اور تشہد کو ناگوار نہیں فرمایا اگر کوئی چیز ناگوار گزری ہے تو صرف اور صرف مقتدی کی قرأت! جہری نمازوں میں قرأت کی ممانعت کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت پیش کیا جاسکتا ہے؟

ساتویں حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَا كَانَ مِنْ صَلَوةٍ يَجْهَرُ فِيهَا الْإِمَامُ
کہ جس نماز میں امام جہر کے ساتھ قرأت کرتا

بِالْقُرْآنَةِ فَلَيْسَ بِحَدِّ أَنْ يُقْرَأَ
مَعَهُ (کتاب القراءۃ البیهقی ص ۹۹)

ہو تو اس میں کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ امام
کے ساتھ قرأت کرے۔

یہ روایت بھی اس بات کو واشکاف کرتی ہے کہ جہری نمازوں میں امام
کے پیچھے قرأت کرنے کی مطلقاً اجازت نہیں۔

آٹھویں حدیث :- حضرت ابو ہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل
کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا :-

كُلُّ صَلَاةٍ لَا يُقْرَأُ فِيهَا بِأَمْرٍ الْكِتَابِ
فَهِیْ خَدَاجٌ إِلَّا صَلَاةٌ خَلَفَ إِمَامٌ
(کتاب القراءۃ للام البیهقی ص ۱۳۵)

کہ ہر وہ نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے
تو وہ ناقص ہے مگر وہ نماز جو امام کے پیچھے
پڑھی جائے وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔

اس روایت میں خلف الامام الکتاب کی قید کو خاص طور پر ملحوظ رکھنا
چاہیے اور یہ بھی کہ آپؐ نے نمازوں میں سورۃ فاتحہ کی قرأت کو لازمی قرار دیا ہے مگر
مقتدی کے لیے اس کی قرأت کی مطلقاً گنجائش نہیں چھوڑی۔

نویں حدیث :- حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ
فرماتے ہیں کہ :-

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ
كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقَرَأَهُ إِلَّا مَا مَوْكَاةُ
قِرَاءَةٍ (بحوالہ فتح القدیر جلد ۱ ص ۲۳۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد
فرمایا کہ جس شخص نے امام کی اقتداء کی تو
امام کی قراءۃ اس کے لیے کافی ہے۔

اس روایت میں سڑی اور جہری کی کوئی قید نہیں ہے اس لیے یہ اپنے عموم پر ہے اور اس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ امام کے پیچھے جب کسی نے اقتداء اختیار کر لی ہو تو مقتدی کو جدا اور الگ قرأت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ امام کا پڑھنا ہی گویا مقتدی کا پڑھنا ہے۔

دسویں احادیث :- حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ :-

انَّ رَجُلًا صَلَّى خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الظُّهْرِ أَوْ الْعَصْرِ يَعْنِي يَقْرَأُ فَأَوْمَى إِلَيْهِ رَجُلٌ فَتَنَاهُ فَأَبَى فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اتَّبَعَانِي أَنْ أَقْرَأَ خَلْفَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَتَذَكَّرَ رَاحَتِي سَمِعَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ صَلَّى خَلْفَ الْإِمَامِ فَقَرَأَ الْإِمَامُ لَهُ قِرَاءَةٌ۔

(کتاب القراءة للإمام البیهقی ص ۱۰۲)

ایک آدمی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے طہریا عصر کی نماز پڑھی اثنائے نماز میں جب اس نے قرأت کی تو ایک دوسرے آدمی نے اشارے سے اسے منع کیا مگر وہ نہ رکا اور نماز کے بعد اس شخص سے کہنے لگا جس نے اسے قرأت سے منع کیا تھا کہ تو مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کرتا ہے دونوں آپس میں تکرار کر رہے تھے کہ حضورؐ نے سن لیا اور ارشاد فرمایا کہ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہے تو امام کی قرأت اس کو کفایت کرتی ہے

اس صحیح روایت میں ظہر یا عصر کی نماز کا ذکر ہے جو بالاتفاق سب سے
نمازیں ہیں اور آپ کے پیچھے قرأت کرنے والا بھی صرف ایک ہی شخص تھا حالانکہ
صحابہ کرامؓ جس طرح نماز اور جماعت کی پابندی کرتے تھے وہ اور کس سے ہو سکتی
ہے؟ ان میں سے ہر ایک کی دلی خواہش ہی یہ ہوتی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کی جائے مگر باوجود اتنی بڑی جماعت کے کثیر التعداد صحابہؓ
میں سب نماز میں آپ کے پیچھے قرأت کرنے والا صرف ایک ہی شخص ملتا ہے اور
باقی سب خاموش رہتے ہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس ایک شخص کی
قرأت کو بھی گوارا نہیں کرتے اور اس کو امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرماتے
ہیں اگر امام کے پیچھے قرأت کی اجازت ہوتی اور خصوصاً سب سے بڑی نمازوں میں تو حضور
بالضرور حضورؐ اس کی تائید کرتے اور قرأت سے روکنے والے کو تینہ کرتے۔ اور
اگر امام کے پیچھے قرأت کی تھوڑی سی بھی گنجائش ہوتی تو منع کرنے والے صحابی
احسان صلوٰۃ سے صرف نظر کرتے ہوئے قرأت کرنے والے صحابی کو قرأت سے روکنے
کے لیے اشارہ کرنے کی جرات کبھی نہ کرتے اور اگر سب سے بڑی نماز میں امام کے پیچھے
قرأت کا جواز یا استحباب بھی ہوتا تو منع کرنے والے کو آپ فرما دیتے کہ ایک
جائزہ اور مستحب حکم کے لیے تو نے اپنی توجہ دوسری طرف کیوں مبذول کی؟
اور دوسرے صحابہؓ بھی منع کرنے والے کو یہ کہتے کہ بھائی تم نے اثنائے نماز
میں بلا وجہ اس سے الجھنے کی کوشش کی ہے یہ بھی تو اچھا ہی کام کر رہا تھا۔ اگر

انصاف سے کام لیا جائے تو بغیر کسی خارجی قرینہ کے یہ روایت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جہزی نمازوں کا توقف وہی چھوڑیے ان میں بھلا امام کے پیچھے قرأت کی کب گنجائش نکل سکتی ہے؟ سڑی نمازوں میں قرأت نہ تو جائز ہے اور نہ ہی مستحب تو پھر ضروری کیسے ہوئی؟

گیارہویں حدیث :- حضرت عبداللہ بن شدادؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ :-

أَمْرٌ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعَصْرِ قَالَ فَقَرَأَ رَجُلٌ خَلْفَهُ غَيْرُهُ النَّبِيُّ يَلِينُ فَلَمَّا أَنْ صَلَّى قَالَ لِمَا غَمَزْتَنِي قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَمَكَ فَوَكَّهْتُ أَنْ تَقْرَأَ خَلْفَهُ فَنَسِمَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَإِنْ قَرَأَتْهُ لَهُ، قِرَاءَةً -

(موطا امام محمد ص ۹۸)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن عصر کی نماز میں امامت کرائی آپ کے پیچھے ایک شخص نے قرأت کی تو سنا دے نے اُسے ذرا دایا تا کہ وہ قرأت سے باز آجائے جب نماز ختم ہو گئی تو اس نے کہا کہ تم نے مجھے کیوں ٹوٹا اور دایا تھا؟ منع کرنے والے نے کہا کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرے آگے امام تھے میں نے مناسب نہ سمجھا کہ تم بھی آپ کے پیچھے قرأت کرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو ارشاد فرمایا کہ جبکہ یہ امام ہے اس امام کی قرأت ہی کو کافی ہے۔

بارھویں حدیث :- حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ :-

أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا أَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کیا کروں۔
 (کتاب القراءة للإمام البیهقی ص ۱۳۹)

چونکہ قرأت خلف الامام کا مسئلہ اپنے ایجابی اور سلبی لحاظ سے کسی صحابی سے مخصوص نہیں اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو کسی خاص مقصد کے لیے خطاب کیا ہوگا ورنہ حکم سب کے لیے عام ہے۔

تیرھویں حدیث :- حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :-

أَنَّهُ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاكِعٌ فَرَكَحَ قَبْلَ أَنْ يَصِلَ إِلَى الصَّفِّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَاوَاكَ اللَّهُ حِرْصًا وَكَتَعُدَّ -
 وہ مسجد میں داخل ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکوع میں چلے گئے تھے چنانچہ صفت میں ملنے سے قبل ہی وہ تکیہ تحریمہ ادا کر کے رکوع میں چلے گئے اور آہستہ آہستہ چلتے ہوئے صفت میں مل گئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر اشارہ فرمایا کہ خدا تیری نیکی کی حرص زیادہ کرے ابھر ایسا نہ کرنا۔
 (سنن الکبریٰ جلد ۲ ص ۹۱ صحیح بخاری جلد ۱۸ مشکوٰۃ جلد ۱ ص ۹۹ زیلعی جلد ۲ ص ۳۹)

ظاہر ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بغیر سورہ فاتحہ پڑھے رکوع میں شامل ہو گئے تھے معہذا ان کی اس رکعت کو اور ان کی اس نماز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح اور مکمل سمجھا اور ان کو اعادہ نماز کا حکم نہیں دیا اگر سورہ فاتحہ کا پڑھنا ہر رکعت میں ضروری اور رکن ہے تو حضرت ابو بکرؓ کی یہ نماز کیسے صحیح ہو گئی؟

اس سے صاف اور واضح طور پر معلوم ہوا کہ مقتدی کے لیے سورہ فاتحہ کی قرأت ضروری نہیں وہو المطلوب۔

چودھویں حدیث :- حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ :-

سَبَّلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنِّي كُلَّ صَلَاةٍ قَرَأْتُ قَالَ نَحْمَدُ فَقَالَ
رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ وَجَبَتْ هَذِهِ
فَقَالَ بِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَكُنْتُ أَقْرَبَ الْقَوْمِ إِلَيْهِ
مَا أَرَى إِلَّا مَا إِذَا أَمَرَ الْقَوْمَ إِلَّا
كَفَاهُمْ (واقطنی جلد ۱ ص ۱۲۶ نسائی
جلد ۱ ص ۱۰۱)

حضور علیہ السلام سوال کیا گیا کہ کیا ہر نماز میں قرأت ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! ایک انصاری نے کہا پھر تو قرأت ضروری ہو گئی؟ ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ میں تمام اہل مجلس میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب تھا حضور نے مجھے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ میں تو یہی جانتا ہوں کہ امام کی قرأت مقتدیوں کو کافی

یہ روایت طحاوی جلد ۱ ص ۱۲۹ سنن الکبریٰ جلد ۲ ص ۶۲ کتاب القراءة ص ۱۱۸ اور مجمع الزوائد جلد ۲ ص ۱۱ وغیرہ میں بھی مروی ہے اس کو موقوف فرار دینا جیسا کہ امام دارقطنی وغیرہ نے کہا ہے صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کے راوی سب ثقہ ہیں اور محدثین کرام کا طے شدہ قاعدہ ہے کہ ثقہ کی زیادت اور رفع مقبول پندرہویں حدیث بر حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقَرَأَ الْوُضُوءَ لَهُ قَرَأَهُ (کتاب القراءة للبیہقی ص ۱۲۵) کہ امام کا پڑھنا مقتدی کا پڑھنا ہے یہ حدیث بھی اپنے مفہوم کے لحاظ سے بالکل واضح اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مرفوعاً مروی ہے۔

سولہویں حدیث بر حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
 كُلُّ صَلَاةٍ لَا يُقْرَأُ فِيهَا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَلَا صَلَاةَ لَهُ إِلَّا وَرَاءَ الْإِمَامِ
 کہ ہر نماز جس میں نمازی سورۃ فاتحہ نہ پڑھے تو اس کی نماز ادا نہ ہوگی مگر امام کے پیچھے نماز پڑھنے والا اس سے مستثنیٰ ہے۔
 (کتاب القراءة للبیہقی ص ۱۳۶)

یہ روایت بھی اپنے مدلول کے لحاظ سے بالکل عیاں ہے اور حضرت ابن عباسؓ سے مرفوعاً مروی ہے۔

سترھویں حدیث بر امام موفق الدین ابن قدامہؒ لکھتے ہیں کہ:-

رَوَاهُ الْخَلَّالُ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ صَلَاةٍ لَا يُقْرَأُ فِيهَا بِأَمْرٍ الْقُرْآنِ فَهِيَ خِدَاجٌ إِلَّا أَنْ يَكُونَنَّ ذَرَاءُ الْإِمَامِ -

(معنی جلد ۶ ص ۶۰ طبع بولاق)

اور علامہ شمس الدین لکھتے ہیں کہ :-
رَوَى جَابِرٌ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ صَلَاةٍ لَا يُقْرَأُ فِيهَا بِأَمْرٍ الْكِتَابِ فَهِيَ خِدَاجٌ إِلَّا ذَرَاءُ الْإِمَامِ -

(شرح مقنع جلد ۲ ص ۱۲ طبع بولاق)

اٹھارھویں حدیث :- حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :-

مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقَرَأَهُ الْإِمَامُ لَهُ قَرَأَةً - (رواہ احمد فی مسندہ -

امام شمس الدین ابن قدامہ الحنبلی فرماتے ہیں کہ :-

وَهَذَا اسَدٌ صَحِيحٌ مُتَّصِلٌ

یہ سند صحیح اور متصل ہے اور اسکے تمام

امام خلل نے اپنی روایت کے ساتھ حضرت جابر سے نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر وہ نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے تو وہ ناقص ہے مگر وہ نماز جو امام کے پیچھے ہو۔

حضرت جابر سے یہ روایت مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر وہ نماز جو سورہ فاتحہ کے بغیر پڑھی جائے وہ ناقص ہے مگر وہ نماز جو امام کے پیچھے ہو وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔

یعنی جس آدمی نے امام کی اقتداء کرنی ہو تو امام کی قرأت ہی مقتدی کو پس ہے۔

رَجَالُهُ كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ

راوی ثقہ ہیں۔

(شرح مقنع للکبیر جلد ۲ ص ۱۸۷ حاشیہ معنی)

انیسویں حدیث :- حضرت عبداللہ بن یحیٰیؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :-

هَلْ قَرَأَ أَحَدٌ مِنْكُمْ أَرَفًا

قَالُوا نَعَمْ قَالَ إِنِّي أَقُولُ مَا بِي

أَنَّا نَزَعُ الْقُرْآنَ فَأَنْتَهَى النَّاسُ عَنِ

الْقِرَاءَةِ مَعَهُ حِينَ قَالَ خَالِدٌ

(مسند احمد جلد ۵ ص ۲۴۵)

کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قرأت کی ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا ہاں حضرت قرأت کی ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسی لیے تو میں (دل میں) کہہ رہا تھا کہ میرے ساتھ قرآن کریم کی قرأت میں کیوں منازعت اور کشمکش ہو رہی ہے؟ جب آپ کا یہ ارشاد سنا تو لوگوں نے آپ کے پیچھے قرأت ترک کر دی۔

امام ابو بکر حبشیؒ (المتوفی ۱۸ھ) اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ :-

رَوَاهُ أَحْمَدُ وَرِجَالُ أَحْمَدَ رِجَالُ

الصَّحِيحِ (مجمع الزوائد جلد ۱ ص ۱۰۹)

اس حدیث کو امام احمدؒ نے روایت کیا ہے اور امام احمد کی حدیث کے راوی سب بخاری شریف کے راوی ہیں۔

یہ صحیح روایت بھی اس امر کی واضح دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے اقتداء کرنے والوں کو قرأت سے منع کر دیا تھا اور انہوں نے تعمیل حکم

کرتے ہوئے آپ کے پیچھے قرأت ترک کر دی تھی کیونکہ امام کے ساتھ قرأت کرنے میں گواہت ہی کیوں نہ ہو منازعت ہوتی ہے اور یہ روضہ نماز کے خلاف ہے بلیسویں حدیث :- حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ایک طویل حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرض الموت میں امامت حضرت ابوبکرؓ کے سپرد کی اور خود نمازیں گھر میں پڑھتے رہے ایک مرتبہ آپ کو بیماری میں قدمیں افاقہ ہوا تو دو آدمیوں کے سہارے آہستہ آہستہ چل کر مسجد کی طرف روانہ ہوئے اور آپ کے پاؤں مبارک زمین پر گھسٹتے جلتے تھے حضرت ابوبکرؓ نماز پہلے شروع کر چکے تھے اور ایک حد تک قرأت ہو چکی تھی آپ صفوں میں سے گزرتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کے پہلو میں جا پہنچے چنانچہ وہ پیچھے ہٹ گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی جگہ بیٹھ گئے اور امامت کا فریضہ بجالاتے رہے چونکہ بیماری کی وجہ سے آپ بلند آواز سے بول نہیں سکتے تھے اس لیے حضرت ابوبکرؓ نے مَکْرَ کافرِیضہ انجام دیا۔

وَلَا تَقْرَأُ الْقُرْآنَ حَتَّىٰ تَكُونَ فِي مَوَاقِفِ الْمَوَاقِفِ
وَلَا تَقْرَأُ الْقُرْآنَ حَتَّىٰ تَكُونَ فِي مَوَاقِفِ الْمَوَاقِفِ
وَلَا تَقْرَأُ الْقُرْآنَ حَتَّىٰ تَكُونَ فِي مَوَاقِفِ الْمَوَاقِفِ

(ابن ماجہ ص ۱۵۵)

اور ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ :-

فَقَرَأَ مِنْ الْمَكَانِ الَّذِي بَلَغَ
أَبُو بَكْرٍ مِنَ السُّورَةِ (مسند احمد جلد ۲۹)

ابو بکرؓ سورۃ کے جس مقام تک پہنچ چکے
تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے
شروع کی۔

اور ایک روایت میں اس طرح ارشاد ہوا ہے کہ :-

فَاسْتَفْتَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مِنْ حَيْثُ رَأَتْهُ أَبُو بَكْرٍ مِنَ الْقُرْآنِ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں
سے قرأت قرآن کا آغاز کیا جہاں تک ابو بکرؓ
پڑھ چکے تھے۔

(سنن الکبریٰ جلد ۳ ص ۸)

یہ روایت طحاوی جلد ۱ ص ۲۲۵ مشکل الآثار جلد ۲ ص ۲ طبقات ابن سعد
جلد ۳ ص ۱۳ نصب الرایہ جلد ۲ ص ۱۸ اور درایہ ص ۱ وغیرہ میں مذکور ہے حافظ ابن
حجر فرماتے ہیں مسند احمد اور ابن ماجہ کی سند قوی ہے۔ فتح الباری جلد ۵ ص ۶۲ اور
دوسرے مقام پر لکھتے ہیں واسنادہ حسن (جلد ۲ ص ۱۳۸)

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجودیکہ سورۃ
فاتحہ کلاً (یا بعضاً) نہیں پڑھی پھر بھی آپ کی نماز ہو گئی غور فرمائیں کہ آپ بیمار
تھے خود نہیں چل سکے بلکہ دو آدمیوں کے سہارے چلتے تھے پاؤں مبارک زمین پر
گھسٹتے رہے نماز پہلے شروع ہو چکی تھی آہستہ آہستہ چل کر مسجد میں صفوں میں
گزر کر مصلیٰ پر پہنچے سورۃ فاتحہ کی سات آیتیں بھلا اس وقت ختم نہ ہو سکی ہونگی؟
حضرت امام شافعیؒ اور حافظ ابن حجرؒ اس کی تصریح کرتے ہیں کہ آخری بیماری میں

آپ نے صرف یہی ایک نماز باجماعت ادا کی تھی، کتاب الام جلد ۲ ص ۱۵۱ مفتوح
الباری جلد ۲ ص ۱۴۵، اگر سورہ فاتحہ کے بغیر نماز ناقص ہے بے کار، باطل اور
کالعدم ہوتی ہے جیسا کہ کتبہ والے کہتے ہیں تو آپ کی یہ آخری نماز تو نہ ہوئی
معاذ اللہ۔

قارئین کرام! روایات اگرچہ اس مسئلہ پر اور بھی ہیں اور پیش کی جاسکتی
ہیں لیکن ہم انہی پر اکتفا کرتے ہیں، مہذب اور سمجھدار کے لیے یہ کافی ہیں صدی
اور نادان کے لیے دفتر کے دفتر بھی بے کار ہیں۔

باب سوم

اہل اسلام سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ قرآن کریم اور حدیث شریف کے بعد دینی مسائل میں جن حضرات کی طرف نگاہیں اٹھ سکتی ہیں وہ شمع نبوت کے پرولنے اور فیض رسالت سے مستفید صحابہ کرامؓ کی مخلص جماعت ہی ہو سکتی ہے اور ان کے بعد تابعینؓ اور اتباع تابعین کا دور ہے۔ کیونکہ یہی وہ حضرات ہیں جو خیر القرون کے درخشندہ ستارے تھے جن کی سعی بلیغ کی بدولت دنیائے کفر و شرک میں روشنی پھیلی بدعات و رسوم کا خاتمہ ہوا جمالت و تاریکی دنیا سے نیست و نابود ہوئی علم و عرفان کی روحانی بارش سے دلوں کی دنیا میں ایمان و بصیرت کی شادابی پیدا ہوئی مسئلہ قرأت خلف الامام کے بارے میں بعض صحابہ کرامؓ اور تابعینؓ اتباع تابعینؓ اور بعض دیگر ائمہ عظامؓ کے آثار و اقوال پیش کئے جاتے ہیں غور سے ملاحظہ فرمائیں۔ انہر خلفاء راشدینؓ :- امام عبدالرازقؒ حضرت موسیٰ بن عقبہؒ سے نقل فرماتے ہیں کہ :-

(۱) إِنَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ
يَنْهَوْنَ عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ
(بحوالہ عمدۃ القاری جلد ۲ ص ۶۷ واعداء السنن
جلد ۴ ص ۸۵)

حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت
عثمانؓ امام کے پیچھے قرأت کرنے سے
منع کرتے تھے۔

(۲) امام محمدؒ نے مؤطا میں محمد بن عجلانؒ سے بواسطہ داؤد بن قیس نقل کیا
ہے کہ :-

إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ لَيْتَ
فِي فَمِ الَّذِي يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ
حَجْرًا. (مؤطا امام محمد ص ۹۸)

حضرت عمرؓ نے فرمایا کاش جو شخص امام
کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کے منہ
میں پتھر ڈالے جائیں۔

(۳) امام عبدالرازقؒ اپنے مصنف میں روایت کرتے ہیں کہ :-

قَالَ عَلِيُّ بْنُ مَرْثٍ قَرَأْتُ مَعَ الْإِمَامِ
فَلَيْسَ عَلَى الْفِطْرَةِ.

حضرت علیؓ نے فرمایا جس شخص نے امام کے
ساتھ قرأت کی وہ فطرت پر نہیں۔

(بحوالہ الجوہر النقی جلد ۲ ص ۱۶۹)

(۴) حافظ ابو عمر بن عبدالبرؒ لکھتے ہیں کہ :-

ثَبَتَ عَنْ عَلِيٍّ وَسَعِيدٍ وَزَيْدِ بْنِ
ثَابِتٍ أَنَّهُ قَالَ لَا قِرَاءَةَ مَعَ الْإِمَامِ
لَا فِيمَا اسْتَمَرُوا وَلَا فِيمَا جَهَرُوا (بحوالہ الجوہر النقی ص ۱۶۹)

حضرت علیؓ اور حضرت سعیدؓ اور حضرت زیدؓ
بن ثابتؓ ثابت ہے کہ امام کے ساتھ نہ تہی
نمازوں میں قرأت کی جاسکتی ہے اور نہ جہری نمازوں میں

۱۱) اثر حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ (۱) امام ابو بکر بن ابی شیبہؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے ابن مسعودؓ سے دریافت کیا :-

أَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ فَقَالَ إِنَّ فِي الصَّلَاةِ شُغْلًا وَسَكَفَيْكَ قِرَاءَةً الْإِمَامِ. (الجواهر النقی جلد ۲ ص ۱)

(۲) حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا :-

لَيْتَ الَّذِي يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ مِلِّيَ قُوَّةً تُرَابًا.

(طحاوی جلد ۱ ص ۱۰۰ ابو ہریرہ النقی جلد ۲ ص ۱۲۹)

(۳) امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن مسعودؓ سے سوال کیا کہ :-

عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ فَقَالَ

أَنْصِتُ لِلْقُرْآنِ فَإِنَّ فِي الصَّلَاةِ

شُغْلًا وَسَكَفَيْكَ ذَلِكَ الْإِمَامِ

(سنن الکبریٰ جلد ۲ ص ۱۶)

۱۱) اثر حضرت عبداللہ بن عباسؓ (۱) امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت

ابن عباسؓ سے دریافت کیا :-

أَقْرَأُ وَالْإِمَامَ بَيْنَ يَدَيَّ قَالَ لَا

کہ کیا میں امام کے پیچھے قرأت کر سکتا ہوں

(طحاوی جلد ۱۲۹ الجواب النقی جلد ۲ و آثار السنن جلد ۱ ص ۸۹)

حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا ہرگز نہیں۔

(۲) حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ سے سوال کیا گیا:-

قِيلَ لَهُ إِنَّ أَنَا سَأَيُقْرَأُونَ فِي الظُّهْرِ

کہ کچھ لوگ ظہر اور عصر کی نماز میں قرأت

وَالْعَصْرِ فَقَالَ لَوْ كَانَ رِئَاسِي عَلَيْهِمُ

کرتے ہیں کیا یہ درست ہے؟ حضرت ابن عباسؓ

سَبِيلٌ لَقَلَعْتُ أَلْسِنَتَهُمُ إِنْ

نے فرمایا اگر ان پر میرا بس چلتا تو میں ان کی زبانیں

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کھینچ دیتا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

قَرَأْنَاكَتُ قِرَأَتُهُ لَنَا قِرَاءَةٌ

جہاں قرأت کی ہمیں بھی قرأت کرنی چاہیے

وَسُكُوتُهُ لَنَا سُكُوتًا-

اور جہاں آپ نے سکوت فرمایا ہمیں بھی سکوت

(طحاوی جلد ۱۲۱ ص ۱۲۱)

کرنا چاہیے۔

اس اثر میں اگرچہ خلف الامام کی قید موجود نہیں ہے لیکن باونی تا مل یہ بات

بخوبی معلوم ہو سکتی ہے کہ امام اور منفرد کو تو بالاتفاق قرأت کرنا ضروری ہے پھر نہ

معلوم حضرت ابن عباسؓ جیسے ترجمان القرآن اور حبر الامۃ ان لوگوں کی زبانیں

کھینچنے کے لیے کہوں آمادہ ہو گئے تھے؟ ناچار یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ لوگ امام

کے پیچھے قرأت کرنے تھے اور حضرت ابن عباسؓ نے ان کی اس مذموم حرکت

پر انتہائی نفرت کی اور یہ بھی مت بھولئے کہ پڑھنے والے ظہر اور عصر کی نماز میں

پڑھتے تھے جو بالاتفاق سری نمازیں ہیں۔

اثر حضرت زید بن ثابتؓ۔ حضرت امام نسائیؒ، امام مسلمؒ اور امام ابو عوانہؒ، حضرت

زید بن ثابتؓ سے نقل فرماتے ہیں کہ :-

قَالَ لَا قِرَاءَةَ مَعَ الْإِمَامِ فِي شَيْئٍ

(نسائی جلد ۱ ص ۲۱۵، ابوعوانہ

جلد ۲ ص ۲۰۷)

انہوں نے فرمایا امام کے ساتھ کسی نماز میں کوئی قرأت نہیں کی جاسکتی۔

حضرت زید بن ثابتؓ کا یہ اثر اس امر کی واضح دلیل ہے کہ امام کے ساتھ مقتدی کو کسی نماز میں قرأت کا حق نہیں ہے۔

اثر حضرت عبداللہ بن عمرؓ (۱) امام طحاویؒ عبید اللہ بن مقسمؒ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے۔

إِنَّهُ سَأَلَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ

زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَجَابِرٌ فَقَالُوا

لَا يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ فِي شَيْءٍ مِنَ

الصَّلَاةِ. (طحاوی جلد ۱ ص ۱۲۹) (زیلعی جلد ۲

ص ۱۱)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت زید

بن ثابتؓ اور حضرت جابرؓ سے قرأت خلف

الامام کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب

دیا کہ امام کے پیچھے تمام نمازوں میں کوئی

قرأت نہیں کی جاسکتی۔

جب حضرت ابن عمرؓ سے قرأت خلف الامام

کے بارے میں سوال کیا جاتا تھا تو ابن عمرؓ فرماتے

تھے کہ جب کوئی آدمی امام کے پیچھے نماز

پڑھے تو امام کی قرأت اسکو کافی ہے اور جب

(۲) إِنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ

إِذَا سُئِلَ هَلْ يَقْرَأُ أَحَدٌ

خَلْفَ الْإِمَامِ قَالَ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ

خَلْفَ الْإِمَامِ فَحُسْبُهُ قِرَاءَةً

ایکلا پڑھے تو قرأت کرے اور ابن عمرؓ امام
کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

الإمام وَإِذَا صَلَّيَ وَحْدَهُ فَلْيَقْرَأْ
وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَقْرَأُ خَلْفَ
الإمام۔ (موطا امام مالک ص ۲۹ و
دارقطنی ص ۱۵۷)

حضرت ابن عمرؓ کے مذکورہ آثار اس بات پر کافی وشافی دلیل ہیں کہ نبی
قرأت خلف الامام کے قائل نہ تھے۔

أَنَّ حضرت ابوسعیدؓ و ام المؤمنین حضرت عائشہؓ امام بیہقی روایت فرماتے ہیں کہ۔
حضرت عائشہؓ اور حضرت ابوسعیدؓ سری
نمازوں میں قرأت کا حکم دیتے تھے۔
لَمْ يَجْزِهِمْ۔ (سنن الکبریٰ جلد ۲ ص ۱۷۱)

حضرت عائشہؓ اور حضرت ابوسعیدؓ امام
کے پیچھے ظہر اور عصر کی نماز میں فاتحہ و
شیئی من القرآن کا حکم دیتے تھے اور حضرت
عائشہؓ ظہر اور عصر کی پچھلی دو رکعتوں میں
صرف فاتحہ پڑھتی تھیں۔
(۲) إِنَّهُمَا كَانَ يَأْمُرَانِ بِالْقِرَاءَةِ
فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِي الرَّكَعَتَيْنِ
الْأُولَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ
وَشَيْءٍ مِنَ الْقُرْآنِ وَكَانَتْ
عَائِشَةُ تَقْرَأُ فِي الْأُخْوَيَيْنِ
بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ (سنن الکبریٰ جلد ۲ ص ۱۷۱)

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت ابوسعیدؓ جہری
نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت کے قائل نہ تھے صرف ظہر اور عصر کی سری

نمازوں میں وہ قرأت کے قائل اور اس پر عامل تھے اور وہ دونوں پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے علاوہ دُشئی من القرآن کے بھی قائل تھے لیکن فریق ثانی اس کا قائل نہیں ہے نیز اس دوسری روایت سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ ظہر اور عصر کی کئی کچھلی دو رکعتوں میں حضرت ابوہریرہؓ قرأت فاتحہ کے قائل نہ تھے بلکہ حضرت عائشہؓ کا اس پر عمل تھا۔

اثر حضرت سعدؓ :- حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ :-

وَدِدْتُ اَنَّ الَّذِي يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ فِيهِ جَمْرَةٌ (جزء القراءة ص ۱۰ و موطا امام محمد ص ۹۸)

میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ امام کے پیچھے قرأت کرتے والے کے منہ میں آگ کی چٹکاری ڈال دی جائے۔

اثر حضرت انسؓ :- حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ :-

مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الْإِمَامِ مِثْلِي فَنُورٌ نَارًا (تصديق الراية للزبيدي جلد ۲ ص ۱۹)

جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کا منہ آگ سے بھر دیا جائے۔

اثر حضرت علقمہ بن قیسؓ :- حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ابراہیم نخعیؒ نے کہا ہے

مَا قَرَأَ عُلُقَمَةُ بْنُ قَيْسٍ قَطُّ فِيمَا يَجْمَعُ سُرُفِيهِ وَلَا رِفْمًا وَلَا يَجْمَعُ فِيهِ -

علقمہ بن قیسؓ نے امام کے پیچھے کبھی قرأت نہیں کی نہ جہری نمازوں میں اور نہ سہری نمازوں میں۔

(بحوالہ تعلیق الحسن جلد ۱ ص ۹)

(۲) عَنْ أَبِي إِسْحَقَ أَنَّ عَلْقَمَةَ قَالَ
وَدِدْتُ أَنَّ الَّذِي يَقْرَأُ خَلْفَ
إِلَامِ مِائِي قُوَّةُ أَحْسَبِهِ قَالَ
قَرِيبًا أَوْ رَضْفًا۔

(الجزء الثاني جلد ۲ ص ۱۶۹)

ابو اسحق فرماتے ہیں کہ علقمہ نے فرمایا
کہ میں پسند کرتا ہوں کہ جو شخص امام کے
پیچھے قرأت کرتا ہے اس کے منہ کو بھر دیا
جائے ابو اسحق کہتے ہیں کہ میرے خیال میں انہوں
نے کہا ہے کہ مٹی سے یا گرم پتھر سے۔

اثر عمرو بن ميمون۔ حضرت ابن مسعودؓ کے تلامذہ سے سوال کیا گیا جن میں سے
حضرت عمرو بن ميمونؓ خاص طور پر قابل ذکر ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت کرنی چاہیے
یا نہیں؟ تو۔

كُلُّهُمْ يَقُولُونَ لَا يَقْرَأُ خَلْفَ
إِلَامِ (تعلیق الحسن جلد ۱ ص ۹۲)

حضرت ابن مسعودؓ کے ان سب تلامذہ نے
کہا کہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرنی چاہیے

اثر اسود بن یزید :- مشہور تابعی حضرت اسود بن یزیدؓ فرماتے ہیں کہ
لَوْ أَنَّ أَحَدًا جَمَرَةً أَحَبَّ إِلَيْهِ
مِنْ أَنْ يَقْرَأَ خَلْفَ إِمَامٍ أَعْلَمَ
أَنَّهُ يَقْرَأُ (تعلیق الحسن جلد ۱ ص ۹۱)
وإسناده صحيح
میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اپنے منہ
میں آگ کی چٹکاری ڈال لوں بجائے اس کے
کہ میں امام کے پیچھے قرأت کروں جبکہ مجھے
اس کی قرأت کا علم ہے۔

اثر اسود بن غفلة۔ ولید بن قیسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت اسود بن غفلةؓ
سے سوال کیا کہ۔

اَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ
قَالَ لَا رَتْلَاقِ الْحَسَنِ جلد ۱

کیا میں ظہر اور عصر کی نماز میں امام کے پیچھے
قرأت کر سکتا ہوں؟ انہوں نے فرمایا
نہیں۔

۹۱ واسناد صحیح

اثر ۱۳ نافع بن جبریر :- امام مالک روایت کرتے ہیں کہ حضرت نافع بن جبریر
كَانَ يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ فِيمَا لَا
يُجَاهِرُ فِيهِ الْإِمَامُ - (مَوْعِظَاتُ إِمَامِ مَالِكٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
امام کے پیچھے صرف سسری نمازوں
میں قرأت کیا کرتے تھے۔

اثر ۱۴ سعید بن مسیب :- حضرت ابن مسیب فرماتے ہیں کہ :-

أَنْصَبْتُ لِلْإِمَامِ رَتْلَاقِ الْحَسَنِ
ص ۹۱ واسناد صحیح
امام کے پیچھے خاموشی اختیار کر دیا اور
قرأت نہ کیا کرو۔

اثر ۱۵ سعید بن جبریر :- بشر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن جبریر سے
سوال کیا کہ :-

عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ قَالَ
لَيْسَ الْقِرَاءَةُ خَلْفَ الْإِمَامِ
(تعلیق الحسن جلد ۱ منہ روایت)
کیا امام کے پیچھے قرأت کی جاسکتی ہے؟
فرمایا امام کے پیچھے کسی قسم کی کوئی
قرأت نہیں کی جاسکتی۔

کلام ثقات

اثر ۱۶ عروہ بن زبیر :- امام مالک روایت نقل فرماتے ہیں کہ :-

أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ
وہ امام کے پیچھے صرف سسری نمازوں

میں قرأت کیا کرتے تھے۔

إِذَا لَمْ يَجْهَرْ فِيهِ إِلَّا مَامٌ۔

(موطا امام مالک ص ۲۹ کتاب القراءۃ ص ۱۱)

اثر ابراہیم نخعی :- حضرت ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ

لوگوں نے قرأت خلف الامام کی بدعت

أَوَّلُ مَا أَخَذَ ثَوَّ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ

ایجاد کی ہے اور وہ (یعنی صحابہ کرامؓ) امام

إِلَّا مَامٌ وَكَانُوا لَا يَقْرَأُونَ۔

کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

(الجوہر النقی جلد ۲ ص ۱۶۹)

اثر قاسم بن محمد :- امام مالکؒ روایت نقل فرماتے ہیں کہ :-

وہ امام کے پیچھے صرف سہری نمازوں

كَانَ يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ فِيمَا لَا

میں قرأت کیا کرتے تھے۔

يَجْهَرُ فِيهِ إِلَّا مَامٌ۔

۱۹ حضرت امام سفیان بن عیینہؒ - امام ابو داؤدؒ حضرت عبادہ بن صامتؓ کی

مرفوع حدیث کا مطلب یہ لکھتے ہیں کہ :-

جس شخص نے سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی

لَا صَلَوةَ لَهُ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

نماز نہیں ہوتی امام سفیانؒ فرماتے ہیں کہ

فَصَاعِدًا قَالَ سَفِيَانٌ مَنْ يُصَلِّيْ

یہ حکم منفرد کے لیے ہے۔

وَحَدَّثَهُ۔ (ابو داؤد جلد ۱ ص ۱۱۱)

یعنی امام سفیانؒ بھی قرأت خلف الامام کے قائل نہیں ہیں اور فرماتے ہیں کہ

کہ قرأت فاتحہ کا حکم مقتدی کے لیے نہیں ہے بلکہ منفرد کے لیے ہے۔

۲۰ حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ :- حضرت شیخ صاحب غنیۃ الطالبین میں

ارتقام فرماتے ہیں کہ :-

إِنْ كَانَ مَأْمُومًا يُنْصِتُ
إِلَى قِرَاءَةِ إِمَامِهِ وَلَفْهَمَهَا -

(غنیۃ الطالبین طبع مصر ص ۶۷)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ - شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ :-

امام کی قرأت سننے اور اس کے لیے چپ ہونے کا حکم قرآن کریم اور صحیح حدیث میں مذکور ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ

مقتدی پر سورۃ فاتحہ کے بعد اور کوئی قرأت نہیں ہے اور یہی جمہور سلف اور اکثر صحابہ کا مسلک ہے

کہ مقتدی پر نہ سورۃ فاتحہ کی قرأت ضروری ہے اور نہ کسی اور سورت کی امام شافعی کا بھی

ایک قول یہی ہے اور ان کے پیروکاروں میں

جو بڑے ماہر تھے مثلاً امام رازی اور امام ابن

عبد السلام ان کا بھی یہی قول ہے اور اسی کو

انہوں نے پسند کیا ہے کیونکہ جمہور امام کے

وقت کا پڑھنا قرآن و سنت کے خلاف ہے -

وَأَنْ مَرَّ بِاسْتِمَاعِ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ
وَالْإِنْصَاتِ لَهُ مَذْكُورٌ فِي الْقُرْآنِ
وَفِي السُّنَّةِ الصَّحِيحَةِ وَهُوَ إجماعُ
الْأُمَّةِ فِيمَا زَادَ عَلَى الْقَاضِيَةِ وَهُوَ
قَوْلُ جَمَاهِيرِ السَّلَفِ مِنَ الصَّحَابَةِ
وَعِوَالِهَا وَهُوَ أَحَدُ قَوْلِي الشَّافِعِيِّ
وَأَخْتَارَهُ طَائِفَةٌ مِنْ حُدَاتِ
أَصْحَابِهِ كَالرَّازِيِّ وَابْنِ مُحَبِّدٍ
عَبْدُ السَّلَامِ فَإِنَّ الْقِرَاءَةَ مَعَ جَهْرِ السَّامِ
مُنْكَرَةٌ مُخَالِفٌ لِلْقُرْآنِ وَالسُّنَّةِ وَ
مَا كَانَ عَلَيْهِ عَامَّةُ الصَّحَابَةِ

(تنوع العبادات ص ۸۷)

اور فی نفسہ برابر بھی ہے اور اکثر صحابہ کرام
کے تعامل کے بھی اس قدر خلاف ہے۔

حافظ ابن القسیمؒ :- حافظ ابن قیمؒ قراءۃ خلف الامام کی تحقیق میں ارشاد
فرماتے ہیں کہ :-

فَقَرَأَهُ الْإِمَامُ وَسُتْرَتْهُ قِرَاءَةٌ
مِنْ خَلْفِهِ وَسُتْرَتْهُ لَهُ -

پس امام کی قراءۃ مقتدی کی قراءۃ ہے اور
امام کا سترہ مقتدی کا سترہ ہے۔ یعنی
نہ تو مقتدی کو الگ قرأت کی ضرورت ہے
اور نہ حد سترہ کی حاجت ہے۔

(کتاب الروح لابن القیم ص ۱۶۶)

امام ابن قدامہؒ :- امام موفق الدین ابن قدامہؒ تحریر فرماتے ہیں کہ :-

وَجُمْلَةُ ذَلِكَ أَنَّ الْقِرَاءَةَ غَيْرَ
وَاجِبَةٍ عَلَى الْعُمُومِ فِيمَا جَهَرُ بِهِ
إِلَّا مَا مَوْلَا فِيهَا أَسْمَرُ بِهِ نَصٌّ عَلَيْهِ
أَحْمَدُ فِي رِوَايَةِ الْجَمَاعَةِ وَبِذَلِكَ
قَالَ الزُّهْرِيُّ وَالثَّوْرِيُّ وَابْنُ عُيَيْنَةَ
وَالْبُخَارِيُّ وَاسْمَاعِيلُ -

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قراءۃ امام کے پیچھے
توجہی نمازوں میں واجب ہے اور نہ سری
نمازوں میں ایک بڑی جماعت نے امام احمدؒ
سے اس کی نص نقل کی ہے اور یہی امام
زہریؒ، سفیان ثوریؒ، سفیان بن عیینہؒ، ابو
حنیفہؒ اور اسحاق بن راہویہؒ کا مسلک ہے

(معنی لابن قدامہ جلد ۱ ص ۶۵)

حضرت امام احمد بن حنبلؒ :- امام موفق الدین ابن قدامہؒ تحریر فرماتے ہیں کہ :-

قَالَ أَحْمَدُ مَا سَمِعْنَا أَحَدًا مِّنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ يَقُولُ إِنَّ الْإِمَامَ إِذَا جَهَرَ بِالْقُرْآنِ لَا يُخْرِئُ صَلَوةَ مَنْ صَلَّى خَلْفَهُ إِذَا لَمْ يَقْرَأْ وَقَالَ هَذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ وَالتَّابِعُونَ وَهَذَا مَالِكٌ فِي أَهْلِ الْحِجَازِ وَهَذَا الثَّوْرِيُّ فِي أَهْلِ الْعِرَاقِ وَهَذَا الْأَوْزَاعِيُّ فِي أَهْلِ الشَّامِ وَهَذَا اللَّيْثُ فِي أَهْلِ مِصْرَ مَا تَلَوَّ الرَّجُلُ صَلَّى وَقَرَأَ إِمَامُهُ وَكَدَّ يَقْرَأُ هُوَ صَلَواتُهُ بِأُطْلَةٍ. (معنی ابن قدامتہ جلد ۱)

۶۶۰ شرح متفیع جلد ۲ ص ۱۳۱

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب :- امام ولی اللہ فرماتے ہیں کہ :-

إِنْ كَانَ مَا مُؤْمَا وَجِبَ عَلَيْهِ الْإِنصَاتُ وَالِإِسْتِمَاعُ فَإِنْ جَهَرَ الْإِمَامُ لَمْ يَخْرُأْ إِلَّا عِنْدَ إِسْكَاتِهِ

امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ ہم نے اہل اسلام میں سے کسی سے یہ نہیں سنا جو یہ کہتا ہو کہ جب امام جہر سے قرآن کرتا ہو اور مقتدی اس کے پیچھے قرأت کرے تو مقتدی کی نماز باطل ہو جاتی ہے اور فرمایا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں اور یہ آپ کے صحابہ اور تابعین ہیں اور یہ ہیں امام مالک اہل حجاز ہیں اور یہ ہیں امام ثوری اہل عراق میں اور یہ ہیں امام اوزاعی اہل شام میں اور یہ ہیں امام لیث اہل مصر میں ان میں سے کسی ایک نے یہ نہیں کہا کہ جب کوئی شخص نماز پڑھے اور اس کا امام قرأت کرے اور مقتدی خود قرآن نہ کرے تو مقتدی کی نماز باطل ہو جاتی ہے

اور اگر مقتدی ہو تو اس پر خاموش رہنا اور سننے کے لیے توجہ کرنا واجب ہے پس اگر امام جہر سے پڑھے تو مقتدی قرآن نہ کرے اور

فَإِنْ خَافَتْ فَلَهُ الْخِيَرَةُ فَإِنْ قَرَأَ
فَلْيَقْرَأِ الْفَاتِحَةَ قِرَاءَةً لَا يَشْوَشُ عَلَيَّ
الْإِمَامَ وَهَذَا أَوَّلُ الْأَقْوَالِ عِنْدِي
وَبِهِ تَجْمَعُ بَيْنَ أَحَادِيثِ الْبَابِ
وَالسِّرِّ فِيهِ مَا نَصَّ عَلَيْهِ أَنَّ الْقِرَاءَةَ
مَعَ الْإِمَامِ تَشْوَشٌ عَلَيْهِ وَتَفْوتُ
التَّكْبِيرُ وَتَخَالَفُ تَعْظِيمُ الْقُرْآنِ
وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْهِمْ أَنْ يَقْرَأُوا سِرًّا
لِأَنَّ الْعَامَّةَ مَتَى أَرَادُوا أَنْ يُصَحِّحُوا
الْمُرُوفَ بِاجْمَاعِهِمْ كَانَتْ لَهُمْ
لَجَّةٌ مُشَوِّشَةٌ فَسَجَّلَ فِي النَّهْيِ
عَنِ التَّشْوِيشِ وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْهِمْ
مَا يُؤَدِّي إِلَى الْمُنْهَى وَابْقَى خِيَرَةً
لِمَنْ اسْتَطَاعَ وَذَلِكَ غَايَةُ
الرَّحْمَةِ بِالْأَمَةِ انْتَهَى .

(حجة الله البالغة للامام ولي الله
الدهلوی جلد ۲ ص ۹ طبع مصر)

اگر امام آہستہ پڑھے تو مقتدی کو اختیار
ہے پس اگر مقتدی پڑھے تو فاتحہ پڑھے
اس طرح کہ امام کو خلل میں نہ ڈال دے
اور یہ میرے نزدیک سب سے بہتر قول ہے
اور یونہی اس باب کی حدیثیں باہم جمع کی
جاسکتی ہیں اور راز اس میں یہ ہے
کہ شاع نے صراحت کے ساتھ بتایا
ہے کہ امام کے ساتھ قرأت کرنا اس
کو خلل میں ڈال دیتا ہے اور تکرار کثرت
کر دیتا ہے اور تعظیم قرآن کے مخالف ہے
اور تاکید ان کو یہ نہیں فرمایا کہ وہ ضرور آہستہ
پڑھیں کیونکہ عام لوگ جب مل کر تصحیح صرف
کا ارادہ کریں گے تو ان کی آواز بلند ہوگی جو
باعث تشویش ہوگی سو اس تشویش کی نہی میں
تو تاکید آئی ہے مگر آہستہ پڑھنے کی تاکید نہیں تاکہ یہ
اس ممنوع حد تک ان کو نہ پہنچے اور اختیار دی گیا
ہے کہ جو پڑھ سکتے ہیں وہ پڑھے اور یہ امت کے ساتھ انتہائی رحمت ہے

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ :- امام طحاویؒ قرآنہ خلف الامام کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :-

فَلَمَّا كَانَتْ الْقِرَاءَةُ مُحَافَةً لِذَلِكَ
وَسَاقِطَةً فِي حَالِ الصُّرُورَةِ
كَانَتْ فِي النَّظَرِ اَيْضًا سَاقِطَةً فِي
غَيْرِ حَالِهِ الصُّرُورَةِ فَهَذَا هُوَ النَّظَرُ
فِي هَذَا هُوَ قَوْلُ ابْنِ حَنِيفَةَ وَابْنِ
يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى

طحاوی

جلد ۱

ص ۱۰

یعنی اگر کوئی مقتدی بحالت رکوع نماز میں شریک ہو تو اس سے قرأت ساقط ہو جاتی ہے مگر جو چیز اس پر فرض ہے مثلاً تکبیر تحریمہ تو وہ اس سے اس ضرورت کے پیش نظر بھی ساقط نہیں ہوتی جب قرآن کا حکم اس کے خلاف ہو تو معلوم ہوا کہ جیسے وہ حالت ضرورت میں ساقط ہے اسی طرح غیر ضرورت کی حالت میں بھی ساقط ہے کیونکہ وہ فرض نہیں ہے قیاس کا بھی یہی تقاضا ہے کہ قرأت مقتدی پر فرض نہیں ہے اور یہی امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول ہے۔

مبارکپوری صاحبؒ لکھتے ہیں کہ امام محمدؒ مؤطا میں لکھتے ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کرنی چاہیے خواہ امام جہر سے قرأت کرتا ہو یا آہستہ اسی پر عام آثار دلالت کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہؒ کا مسلک اور مذہب بھی یہی ہے (تختہ الاحوذی ص ۲۵) اور یہ مسلک اسی طرح مؤطا امام محمد ص ۹۴ جامع المسانید جلد ۱ ص ۳۲ فتح القدیر جلد ۲ ص ۱۲ اور روح المعانی جلد ۹ ص ۱۲ اور کتاب الآثار ص ۴ میں بھی مذکور ہے۔ حافظ ابن

ہمام فرماتے ہیں کہ جنہوں نے امام محمدؒ سے امام کے پیچھے مقتدی کے لیے قرآن سورہ فاتحہ کو مستحسن نقل کیا ہے ان کی غلطی ہے ان کا قول بھی امام ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کی طرح ممانعت کا ہے (بحوالہ فتح الملہم جلد ۲ ص ۷۱)

حضرت امام شافعیؒ :- امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں کہ :-
 سورہ فاتحہ کا دیدہ والنت ترک کرنا اور
 بھول کر ترک کرتا دونوں کا ایک ہی حکم ہے
 کہ کوئی رکعت سورہ فاتحہ یا اس کے ساتھ
 کچھ اور بھی پڑھنے کے سوا جائز نہیں ہو
 سکتی ہاں مگر مقتدی کا حکم آگے بیان کیا
 جائے گا انشاء اللہ۔
 جلد ۱ ص ۸۹

اور پھر آگے ارقام فرماتے ہیں کہ :-
 (۲) فَوَاجِبٌ عَلَى مَنْ صَلَّى مِنْفَرًا أَوْ
 إِمَامًا أَنْ يَقْرَأَ بِأَمْرِ الْقُرْآنِ فِي كُلِّ
 رُكْعَةٍ لَا يُجِزُّهُ غَيْرُهَا وَاجِبٌ أَنْ
 يَقْرَأَ مَعَهَا شَيْئًا آيَةً أَوْ كَثْرًا
 وَسَادَ كُرَامًا مُؤْمِرًا إِنْ شَاءَ اللَّهُ
 (کتاب الام جلد ۱ ص ۹۳)

پس منفرد اور امام پر واجب ہے کہ وہ ہر رکعت
 میں سورہ فاتحہ پڑھیں اس کے علاوہ کوئی اور
 سورہ کفایت نہیں کر سکتی اور نیز نزدیک
 یہ زیادہ پسندیدہ ہے کہ سورہ فاتحہ کے
 ساتھ کچھ اور بھی پڑھیں ایک آیت ہو یا اس سے
 زیادہ اور مقتدی کا حکم میں آگے بیان کرنا انشاء اللہ

(۳) وَنَحْنُ نَقُولُ كُلُّ صَلَاةٍ
صَلَّيْتُ خَلْفَ الْإِمَامِ وَالْإِمَامُ
يَقْرَأُ فِيهَا قِرَاءَةً لَا يَسْمَعُ فِيهَا قِرَاءَةً
فِيهَا. (کتاب الامجد، ص ۵۱)

اور ہم کہتے ہیں کہ ہر وہ نماز جو امام کے
پیچھے پڑھی جائے اور امام ایسی قراۃ کرتا ہو
جو سنی نہ جائے تو مقتدی ایسی نماز میں
قراۃ کرے۔

امام شافعیؒ کی ان تینوں عبارتوں سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ سورۃ فاتحہ
کی قراۃ میں منفرد اور امام کا حکم جدا اور مقتدی کا حکم الگ ہے امام اور منفرد
پر بہر حال قراۃ فاتحہ واجب ہے خواہ نماز جہری ہو یا سری لیکن مقتدی پر جہری
نماز میں قراۃ نہ واجب ہے اور نہ ہی درست ہے مقتدی صرف قِرَاءَةً لَا
يَسْمَعُ فِيهَا کی صورت میں قرأت کر سکتا ہے یعنی سری نماز میں کتاب الام
چونکہ حضرت امام شافعیؒ کی جدید اور آخری کتابوں میں شامل ہے اس لیے امام
موصوف کا آخری قول یہی سمجھنا چاہیے۔

حضرت امام مالکؒ :- امام یحییٰؒ حضرت امام مالکؒ سے نقل فرماتے ہیں کہ
امام موصوفؒ نے فرمایا کہ :-

يَقُولُ اَلَا مَرَعْنَانَا اَنْ يَقْرَأَ الرَّجُلُ
فَدَاكَ الْإِمَامُ فِيْمَا لَا يَجْهَرُ فِيهِ الْإِمَامُ
بِالسَّرَاةِ وَيَتْرَكَ الْقِرَاءَةَ فِيْمَا يَجْهَرُ
فِيهِ الْإِمَامُ بِالسَّرَاةِ۔

امام مالکؒ نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک مثل
یوں ہے کہ مقتدی جہری نمازوں میں امام
کے پیچھے قراۃ نہ کرے اور سری نمازوں
میں امام کے پیچھے قراۃ کرے۔

(موطا امام مالک ص ۲۹ طبع مجتبیٰ)

امام موصوف کا یہ مسلک تفسیر کبیر جلد ۴ ص ۵۰ و معالم التنزیل جلد ۳ ص ۶۲ و روح المعانی جلد ۹ ص ۱۳۵ وغیرہ میں بھی مذکور ہے حضرت امام مالکؒ سہری نمازوں میں قرأت خلف الامام کے قائل تھے لیکن صرف استحبابی طور پر وجوب کے قائل نہ تھے چنانچہ مشہور غیر مقلد عالم مولانا مبارکپوری صاحبؒ لکھتے ہیں کہ امام مالکؒ اور امام احمدؒ تمام نمازوں میں مقتدی کے لیے امام کے پیچھے قرأت سورہ فاتحہ کو واجب نہیں سمجھتے تھے۔ (تحفۃ الاحوذی جلد ۱ ص ۲۵)

قارئین کرام! نہایت اختصار کے ساتھ آپ کے سامنے ترک القرأت خلف الامام پر ہم نے قرآن کریم۔ کتب تفاسیر۔ صحیح احادیث اور آثار صحابہ کرامؓ و تابعینؓ و تبع تابعینؓ اور ائمہ اربعہؒ اور دیگر بعض بزرگ آیتوں کے حوالے نقل کر دیے ہیں جن کے بارے میں اس مسئلہ میں اختلاف نقل کیا جاتا ہے اور یہ باور کرانے کی بے جا سعی کی جاتی ہے کہ وہ قرأت خلف الامام کے قائل اور اس پر شدت سے عامل تھے آپ ملاحظہ کر چکے ہیں کہ ان میں بیشتر حضرات مطلقاً قرأت خلف الامام کے قائل نہیں ہیں اور جو قائل ہیں وہ صرف سہری نمازوں میں قائل ہیں اور وہ بھی محض استحباب کے طور پر جس کے ترک سے نہ تو نماز باطل و فاسد ہوتی ہے اور نہ بیکار اور کالعدم قرار پاتی ہے جیسا کہ فریق ثانی کا بالکل بے بنیاد دعوئے ہے اللہ تعالیٰ افراط و تفریط اور تعصب و غلو سے محفوظ رکھے آمین ثم آمین۔

باب چہارم

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس باب میں ہم فریق ثانی کے دلائل کی کچھ کائنات اور تانا بانا بھی عرض کر دیں تاکہ اس مسئلہ پر تصویر کے دونوں رخ سامنے آجائیں اور حقیقت تک پہنچنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے اگرچہ فریق ثانی نے بزعم خویش قرآن کریم کی بعض آیتوں سے بھی استدلال کیا ہے اور یہ باور کرانے کی بے جاسعی کی ہے کہ ان آیات سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنی چاہیئے مگر اس طرز استدلال کو بجائے حجت اور دلیل کہنے کے سینہ زوری اور کشید کہنا زیادہ مناسب ہے، کیونکہ ان آیات میں نہ تو لفظ قرأت ہے، اور نہ امام و مقتدی کا کوئی لفظ ہے چہ جائیکہ کہ ان میں ام الکتاب اور فاتحہ کا لفظ موجود ہو اور صحابہ کرام سے لیکر زمانہ حال کے کسی معتبر مفسر نے ان میں کسی آیت کے بارے میں یہ نقل نہیں کیا کہ اس کا شان نزول مسئلہ قرأت خلف الامام ہے

اور اگر کسی نے کہا بھی ہے تو محض اپنے مسلکی اور ذہنی رجحان کی ترجمانی بلکہ تک بندی کی ہے جس کی دلائل سے تائید نہیں ہو سکتی اس لیے ہم ان کو یہاں نقل کر کے اور ان کے جوابات عرض کر کے قارئین کرام کے اذہان کو متوشوش نہیں کرنا چاہتے وہ ابحاث آپ اصل کتاب احسن العلوم میں ملاحظہ فرمائیں۔

اس مقام پر ہم صرف بطور نمونہ چند احادیث عرض کریں گے جو فریق ثانی کے نزدیک حجت قاطعہ کا درجہ رکھتی ہیں جب ان سے ان کا استدلال درست نہیں ہو سکتا جیسا کہ آپ ملاحظہ کریں گے تو دوسرے دلائل کا ان کے لیے سودمند نہ ہونا خود بخود واضح ہو جائے گا آخر عقلمندوں نے بلا وجہ تو یہ نہیں کہا کہ

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

پہلی روایت :- حضرت عبادہ بن الصامتؓ کا بیان ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ :-

لَا صَلَوةَ لِمَنْ كَذِبَ قُرْآنًا بِفَاتِحَةِ
الْكِتَابِ (بخاری جلد ۱۱)

جس نے سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز نہیں ہوتی۔

چونکہ اس روایت میں مقتدی اور خلف الامام کی کوئی قید مذکور نہیں اس لیے فریق ثانی کو اس حدیث سے استدلال کرنے میں علوم الی خارجی قرآن اور محدثین کرام کے مفروض اجماع ایسے خوش کن الفاظ سے مدد لینے کی ضرورت محسوس ہوئی ہے چنانچہ مولانا عبد الرحمن صاحب مبارکپوری لکھتے ہیں کہ لفظ من عام ہے

جس میں امام منصف اور مقتدی سب داخل ہیں (ابجد املتن ص ۱۳) تحقیق الکلام
جلد ۱ ص ۱۱) اور مولانا محمد ابراہیم صاحب میر لکھتے ہیں کہ غرض تمام محدثین بالاتفاق
اس حدیث کو ہر نماز اور ہر نمازی پر شامل کہتے ہیں (تفسیر واضح البیان ص ۱۴)
پہلا جواب :- بلاشبہ سند کے لحاظ سے یہ روایت صحیح ہے لیکن اس روایت
سے فہم ثانی کا استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ دعویٰ خاص اور دلیل عام ہے نہ
اس میں مقتدی کی قید موجود ہے اور نہ خلف الامام کی اور جب تک دعویٰ اور دلیل
میں مطابقت نہ ہو کسی بالانصاف عدالت میں ایسا دعویٰ ہرگز قبول نہیں ہو سکتا رہا
حرف من سمدلال تو وہ بھی قابل التفات نہیں ہے اس لیے کہ فہم ثانی جب
تک یہ نہ ثابت نہ کرے کہ حرف من تعمیم میں رض قطعی ہے اور کبھی کسی مقت
میں تخصیص کے لیے مستعمل نہیں ہوا تو اس وقت تک دعویٰ اور دلیل میں مطابقت
پیدا نہیں ہو سکتی مگر یہ ثابت کرنا کارے دار و رہ صحیح ہے کہ بعض اوقات حرف
من عموم کے لیے آتا ہے لیکن بسا اوقات اس سے تخصیص بھی مراد ہو سکتی ہے۔
نہایت اختصار کے ساتھ ہم بعض حوالے درج کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَنْ فِي الْأَرْضِ (پہ، شوریٰ ۸۰)
کہ فرشتے زمین پر بسنے والوں کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ اس آیت
میں حرف من ہے اور ظاہر ہے کہ تمام زمین پر بسنے والے کے لیے فرشتے طلب
مغفرت نہیں کرتے بلکہ صرف مومنوں کے لیے طلب مغفرت کرتے ہیں جیسا کہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبِّهِمْ (یعنی فرشتے صرف مومنوں کے لیے طلبِ استغفار کرتے ہیں نہ یہ کہ ہندوؤں، سکھوں، نصرانیوں، یہودیوں اور دیگر کافر اور مشرک قوموں کے لیے استغفار کرتے ہیں خواہ وہ الناول میں ہوں یا جنوں میں۔ تو یہاں حرفِ مَنْ کا تخصیص کے لیے آنا اظہر من الشمس ہے (۲) خداوند ذوالجلال ارشاد فرماتے ہیں:-

عَرَأَيْنُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ أَنْ يَخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضُ (پا۔ ملک)

کیا تم نڈر ہو چکے ہو اُس سے جو آسمان میں ہے اس کے کہ وہ تم کو زمین میں دھنسا دے۔ یہاں بھی حرفِ مَنْ ہے جس سے مراد اللہ کی ذات ہے نہ کہ ہر ایک مَنْ فِي السَّمَاءِ اور قرآن کہیم، صحیح احادیث اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ آسمانوں میں فرشتے اور ارواحِ انبیاء علیہم السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جسدِ عنصری کے ساتھ بلکہ تمام دیگر مومنین کی روحیں آسمانوں میں موجود ہیں اور ایک صحیح روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی وہ اولاد جو اہل النار ہے پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام کے بائیں طرف موجود ہے (مسلم جلد ۱ ص ۹۲) اور آسمان پر کوئی چپہ الیا نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ خدا تعالیٰ کی عبادت میں مشغول نہ ہو (متدرک جلد ۱ ص ۵۴۲ صحیح) اس مذکورہ بالا آیت کریمہ میں حرفِ مَنْ ہے جو تخصیص کے لیے ہے (۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرشتوں کو ارشاد فرمائیں گے۔ أَخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ ذَكَرَنِي يَوْمًا (مشکوٰۃ

جلد ۲ ص ۴۵) کہ جن لوگوں نے مجھے ایک دن بھی یاد کیا انہیں دوزخ سے نکال لو۔ اس حدیث میں بھی حرف مَنْ ہے لیکن اس سے مراد صرف اہل توحید ہیں گو کہتے ہی گنہگار ہوں نہ کہ کافر اور مشرک حالانکہ وہ بھی خدا تعالیٰ کا نام تو لیتے ہیں اور بیا اوقات اسے پکارتے بھی ہیں جیسا کہ خداوند قدوس کا ارشاد ہے ۔
 فَإِذَا دَخِلُوا فِي الْفَلَائِ دَعَاُ اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (پ۔ ۲۔ ۳) کہ مشرکین جب کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تو خلوص کے ساتھ اللہ کو پکارتے ہیں۔ تو مندرجہ بالا حدیث میں۔ حرف مَنْ ہے اور وہ تخصیص کے لیے مستعمل ہوا ہے اس میں تعمیم نہیں ہے کہ مقتدی و امام اور ہر نماز اور ہر نمازی کو شامل ہو جیسا کہ فریق ثانی کا زعم ہے۔

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ طاعون اللہ تعالیٰ کا ایک عذاب ہے رَجُسُ اُرْسِلَ عَلٰی مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ (بخاری جلد ۴ ص ۴۹) جو تم سے پہلے لوگوں پر نازل کیا گیا ہے، اس حدیث میں بھی حرف مَنْ ہے حالانکہ یہ عذاب صرف بعض مجرم قوموں پر نازل ہوا تھا نہ کہ پیغمبروں اور مومنوں پر العیاذ باللہ تو یہاں بھی حرف مَنْ تخصیص کے لیے ہے نہ کہ تعمیم کے لیے۔

(۵) علامہ سید شریف جرجانی تحریر فرماتے ہیں :-

اَلْمَوْصُولَاتُ لَمْ تَوْضَعْ لِلْعُمُوْمِ
 بل ہی لِحِجْسٍ تَحْتَمِلُ الْعُمُوْمَ وَالْخُصُوصَ
 کہ جملہ موصولات (جن میں مَادَنْ وَاوَل
 ہیں) عموم کے لیے موضوع نہیں بلکہ ان میں عموم

(شرح مواقف جلد ۲ ص ۵۵ طبع مصر) اور خصوص دونوں کا احتمال ہو سکتا ہے۔

(۶) امام ابو بکر محمد بن احمد سرخسی (المتوفی ۳۹۹ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ:

وَمِنْ هَذَا الْقِسْمِ كَلِمَةٌ مَنْ
فَانْهَ كَلِمَةٌ مِنْهُمْ وَهِيَ عِبَارَةٌ
عَنْ ذَاتِ مَنْ يُعْقَلُ وَهِيَ تَحْتَمِلُ
الْمَحْضُومَ وَالْعُضُومَ الْخ

اور اسی قسم سے کلمہ من بھی ہے کیونکہ
یہ ایک مبہم کلمہ ہے اور اس سے مراد وہ ذات
ہے جو عقل والی ہو مثلاً انسان، جن اور فرشتے
اور یہ خصوص اور عموم دونوں کا احتمال رکھتا ہے

(اصول السرخسی جلد ۱ ص ۱۵۵ طبع مصر)

قاریین کرام :- آپ قرآن کریم - صحیح احادیث اور علماء عربیت کی واضح
عبارات سے یہ معلوم کر چکے ہیں کہ حرف مَنْ تعظیم کے لیے نص قطعی نہیں ان
تمام حوالجات سے ثابت ہوتا ہے کہ میر صاحب کا ہر نماز میں لفظ ہر پر اور مبارکپوری
صاحب کا حرف مَنْ پر اپنے استدلال کی بنیاد رکھنا باطل ہے اور اس سے امام و
مقتدی، منفرد اور ہر نمازی مراد لینا صحیح نہیں بلکہ اس سے صرف امام اور صرف
منفرد مراد لینا بھی یقیناً صحیح ہے۔

دوسرا جواب :- جب یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ حرف مَنْ تعظیم
میں نص قطعی نہیں تو اب دیکھنا یہ ہے کہ مذکورہ بالا حدیث کس کے حق میں ہے
امام اور منفرد کے حق میں یا مقتدی کے حق میں؟ سو اس سے بہتر اور کیا طریقہ ہو
سکتا ہے کہ ہم اس حدیث کے تمام طرق پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالیں شاید کوئی سراغ

مل جلے چنانچہ یہ بات زبان زدِ خلایق ہے کہ جو نیدہ یا بندہ جب ہم نے دیکھا تو اسی حدیث میں یہ زیادت بھی مل گئی لا صَلَوةَ وَلَنْ كَمُ لِقَاءُ يَأْتِيهِ الْكِتَابُ فَصَاعِدًا۔ یعنی جس شخص نے سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کچھ اور نہ پڑھا تو اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اگر فریقِ ثانی کے نزدیک مقتدی کے لیے سورہ فاتحہ اور فَصَاعِدًا اس کے ساتھ اور بھی کچھ پڑھنا جائز ہے تو یہ حکم مقتدی کے لیے ہے ورنہ یہ حکم صرف اور صرف اس شخص کے لیے ہوگا جس کے لیے سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کچھ اور بھی پڑھنا ضروری ہو اور وہ صرف امام اور منفرد ہو سکتا ہے مقتدی ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ فریقِ ثانی کے نزدیک مقتدی کے لیے سورہ فاتحہ کے ساتھ کچھ اور پڑھنا جائز نہیں تو اس زیادت نے یہ بات متعین کر دی ہے کہ حرفِ من سے مراد صرف امام اور منفرد ہیں اور مقتدی اس حکم سے یقیناً خارج ہے یہ زیادت بطریقِ امام معمر صحیح مسلم جلد ۱ ص ۱۶۹ البوعوانہ جلد ۲ ص ۱۲۴ بسند صحیح مروی ہے صحیح مسلم اور البوعوانہ کی سند کے صحیح ہونے میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔

فَصَاعِدًا کی بجائے حضرت ابو سعید خدریؓ سے مَا تَسْرُکِی زِیَادَتِ بَہِی مَرْفُوعِ روایت میں مروی ہے (ابوداؤد جلد ۱ ص ۱۸۱ مسند احمد جلد ۳ ص ۵۵ سنن الکبریٰ جلد ۶ ص ۶ اور معرفت علوم الحدیث ص ۹۷)

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ اس کی سند قوی ہے (فتح الباری جلد ۲ ص ۲۰۲)

اور ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ اسنادہ صحیح (تختیص الجیمہ ص ۱۷۷) امام نووی لکھتے ہیں کہ مَا تَيْسَّرُ کی زیادہ بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح ہے (شرح المہذب جلد ۳ ص ۲۲۹) قاضی شوکانی امام ابن سیّد الناس سے (جواب الشیخ العلامة المحدث الحافظ الادیب اور البارع تھے تذکرہ جلد ۲ ص ۲۸۵) نقل کرتے ہیں کہ اسناد صحیح (رجالہ ثقات) (نیل الاوطار جلد ۲ ص ۱۶۱)

نواب صدیق حسن خاں صاحب بھی اس زیادت کی تصحیح کرتے ہیں۔
(فتح البیان جلد ۳ ص ۹۲۷) مولانا شمس الحق لکھتے ہیں کہ حافظ ابن حجر امام ابن حبان اور علامہ ابن سیّد الناس وغیرہ اس کی تصحیح کرتے ہیں (عون المعبود جلد ۱ ص ۳) فَصَاعِدًا اور مَا تَيْسَّرُ کے علاوہ مازاد کی زیادت بھی مروی ہے۔

(مستدرک جلد ۱ ص ۲۳۹ سنن الکبریٰ جلد ۲ ص ۳۷۱ جزء القراءة ص ۳۷۱ کتاب القراءة ص ۱۱۱)
تفسیر جواب :- جب یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ حرف من عموم میں نص قطعی نہیں ہے اور یہ بات بھی پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ خود اس روایت میں صحیح اسانید کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فَصَاعِدًا وغیرہ کی زیادت بھی مروی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے سورہ فاتحہ کے ساتھ قرآن کریم کے کسی اور حصہ کی قرآنہ کی تو اس کی نماز نہ ہوگی اور گو مقتدی کے لیے سورہ فاتحہ کا پڑھنا اور نہ پڑھنا محل نزاع ہے لیکن اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ مازاد علی الفاتحہ کی قرأت مقتدی کے لیے جائز نہیں ہے اس لیے اس حدیث

کا صحیح مصداق صرف امام اور منفرد ہیں کیونکہ سورۃ فاتحہ کے ساتھ قرآن کریم کے کسی اور حصہ کا پڑھنا صرف امام اور منفرد کے لیے ہی ضروری ہے مقتدی پر اس روایت کے مشتمل نہ ہونے کے لیے فصاعدا کی زیادت نہ صرف کافی ہے۔ بلکہ نص صریح ہے اور اس حدیث کا امام پر مشتمل ہونا ایک اتفاقی امر ہے کیونکہ بعض صحابہؓ اور دیگر ائمہؒ حدیث کے بیان سے یہ بات آشکارا ہوتی ہے کہ اس حدیث کا اصلی مصداق صرف منفرد ہے اور ضمنی طور پر امام بھی اس میں داخل ہے لوجود العلة لال مگر مقتدی اس سے بہر حال خارج ہے چنانچہ حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الكتاب فصاعداً منفرد کے حق میں ہے (ترمذی جلد ۱ ص ۲۷) اور حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ یہ حکم منفرد کے حق میں ہے (موطا امام مالک ص ۲۹) حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ یہ حکم منفرد کے لیے ہے (ترمذی جلد ۱ ص ۲۷) اور امام اسماعیلؒ (المسنون ص ۱۳۷) فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منفرد کے بارہ میں ہے (بذل المجہود جلد ۲ ص ۵۲) امام موفق الدین ابن قدامہؒ لکھتے ہیں:-

فَأَمَّا حَدِيثُ عِبَادَةِ رَبِّهِ الصَّحِيحُ فَهُوَ
مَحْمُولٌ عَلَى غَيْرِ الْمَأْمُورِ وَكَذَلِكَ
حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ،
بِهَرِحال حضرت عبادہؓ کی صحیح حدیث تو
وہ محمول ہے غیر مقتدی پر اور اسی طرح
حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث بھی۔

(مغنی ابن قدامہ جلد ۱ ص ۲۷)

اور علامہ شمس الدین لکھتے ہیں کہ :-

فَالْحَدِيثُ الْأَوَّلُ الصَّحِيحُ مُخْتَلِفٌ

عَلَى غَيْرِ الْمَأْمُورِ وَكَذَا أَحَدِيثُ

أَبِي هُرَيْرَةَ. (شرح مقنع جلد ۲ ص ۱۲۷)

پہلی حدیث جو صحیح ہے وہ مقتدی کے

بارے میں نہیں ہے اور اسی طرح حضرت

ابو ہریرہؓ کی حدیث بھی مقتدی کو شامل نہیں ہے

فَصَاعِدًا - مَا تَسْمُوْا اور مَافَزَاد کی زیادت کے پیش نظر ان اکابر کا یہ ارشاد

سوفیصدی صحیح ہے جس میں شک نہیں ہو سکتا لہذا اس روایت سے مقتدی پر

سورۃ فاتحہ کے لازم ہونے پر استدلال کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔

چوتھا جواب :- جمہور اہل اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی شخص

رکوع کی حالت میں امام کے ساتھ نماز میں شریک ہوا ہو تو اگرچہ اس نے سورۃ فاتحہ

نہیں پڑھی اور نہ امام سے سنی ہے لیکن اس کی وہ رکعت صحیح ہو جاتی ہے چنانچہ

امام شافعیؒ نے اس رکعت کے صحیح ہونے کی تصریح کی ہے (کتاب الام جلد ۱ ص ۸۷)

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ جس نے امام کے ساتھ رکوع پالیا تو اس کی

وہ رکعت ہو گئی (منہاج السنۃ جلد ۴ ص ۵۸) امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ جو شخص امام کو

رکوع میں پالے اس کی وہ رکعت سورۃ فاتحہ پڑھے بغیر بھی جائز ہے (شرح

مسلم ص ۱۳۵) حافظ ابن عبد البرؒ لکھتے ہیں کہ جمہور فقہاء کا اس بات پر کلی اتفاق ہے

کہ جس شخص نے امام کو رکوع میں پالیا ہو اور سورۃ فاتحہ نہ پڑھی ہو تو اس کی وہ

رکعت اور نماز صحیح ہے امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام ابو ثورؒ، امام

احمد بن حنبلؒ، امام اوزاعیؒ و دیگر متعدد ائمہ کا یہی مسلک ہے اور صحابہ کرامؓ میں سے
 حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت ابن عمرؓ کا
 بھی یہی مسلک ہے نواب صدیق حسن خاں صاحبؒ لکھتے ہیں کہ جمہور کا یہی مسلک ہے
 کہ جس نے امام کو رکوع کی حالت میں پالیا ہو تو اس کی وہ رکعت صحیح ہے۔
 (دلیل الطالب ص ۲۴۳) مولانا شمس الحق صاحب عظیم آبادیؒ لکھتے ہیں کہ قاضی شوکانیؒ
 نے پہلے (نیل الاوطار جلد ۲ ص ۲۲۴ میں) یہ لکھا تھا کہ مدرک رکوع کی وہ رکعت شمار
 نہ ہوگی لیکن بعد کو جمہور کے مسلک کی طرف رجوع کر لیا تھا چنانچہ انہوں نے اپنے
 فتاویٰ فتح الربانی میں اس کی تصریح کی ہے کہ امام کے ساتھ رکوع میں مل
 جانے والے کی وہ رکعت بالکل صحیح ہے (دعوان المعبود جلد ۱ ص ۳۳۴) مبارکپوری
 صاحبؒ (حدیث من صلی رکعة لم یقرأ فیہا الحدیث کی تحقیق میں) لکھتے ہیں کہ
 اس سے وہ رکعت مراد ہو سکتی ہے جس میں مقتدی نے امام کو بحالت رکوع پالیا ہو اور
 خود قرأت نہ کی اس کی وہ رکعت جائزہ اور صحیح ہوگی (تحفة الاحوذی ج ۱ ص ۲۶۱)
 حضرات! نظر انصاف کے ساتھ آپ ایک طرف محدثین کرام کی ان تصریحات
 کو ملاحظہ فرمائیں اور دوسری طرف یہ دعوے دیکھیں کہ تمام محدثین بالاتفاق اس
 حدیث کو ہر نماز اور ہر نمازی پر شامل کہتے ہیں اور یہ کہ جو شخص امام کے پیچھے سورۃ
 فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز کا لعدم ہے ناقص ہے بیکار ہے اور باطل ہے اور غور
 فرمائیے کہ یہ دعویٰ کس حد تک مبنی برانصاف ہے۔

پانچواں جواب :- اگر فریق ثانی اس بات پر اصرار کرتا ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت کی یہ روایت مقتدی کے حق میں ہے تو ان کو چاہیے کہ امام کے پیچھے جہر سے قرأت کیا کریں کیونکہ حضرت عبادہؓ جہر سے قرأت کیا کرتے تھے چنانچہ امیر یمنی (حدیث وَلَا تَقْرُؤُا بِالْهَيِّیِّ مِنَ الْقُرْآنِ اِذَا جَهِرْتُمْ اِنَّ بَآءَ الْقُرْآنِ) کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ :-

فَهَذَا عِبَادَةُ رَأَوْنِي الْحَدِيثَ قَرَأَ
بِهَاجَهُمْ اَخْلَفَ اِلَیْهِمْ لَا تَه
فَرِهَمَ مِنْ كَلَامِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اَنَّهُ يَقْرَأُ بِهَا خَلْفَ اِلَیْهِمْ
جَهْرًا وَاِنْ نَازَعَهُ -
(سبل السلام جلد ۱ ص ۲۴۶)

حضرت عبادہؓ نے جو اس روایت کے راوی ہیں
امام کے پیچھے بلند آواز سے سورہ فاتحہ پڑھی
اس لیے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کے ارشاد سے یہی سمجھا تھا کہ امام
کے پیچھے بلند آواز سے فاتحہ پڑھی جاسکتی ہے
اگرچہ امام کے ساتھ منازعت ہی کیوں ہو۔

یہ روایت فریق ثانی کے نزدیک صحیح ہے اور یہ معنی بھی ایک غیر مقلد عالم
نے بیان کیا ہے اس لیے ان کو امام کے پیچھے خوب زور و شور سے ام القرآن کی قرأت
کرنی چاہیے اگرچہ کھلے طور پر منازعت اور مخالفت بھی ہوتی ہے اگر حضرت عبادہؓ
کی اس روایت پر ان کا عمل نہیں ہے اور ترک جہر کرتے ہوئے بھی ان کی نماز
جائز اور صحیح ہے اور ان کے اہل حدیث ہونے میں کوئی شک نہیں تو دوسرے یہ انوکھا
مطالبہ کیسے صحیح ہے؟ اور ان کی نماز کیوں کالعدم، ناقص، بیکار اور باطل ہے؟

غلطی سے ترک کر دیا ہے چنانچہ حافظ ابو عمر بن عبد البر لکھتے ہیں کہ

الْعَلَاءُ لَيْسَ بِأَمْلِيَّتَيْنِ عِنْدَهُمْ
وَقَدْ انْفَرَدَ بِهَذَا الْحَدِيثِ لَيْسَ
يُوجِبُ إِلَّا لَهُ وَلَا تَرَوِي الْفَاطِمَةُ عَنْ
أَحَدٍ سِوَاهُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ
علامہ ابن عبد الرحمن محمد ثنی کے نزدیک چنداں
قابل اعتبار نہیں اور وہ اس حدیث کو بیان
کرنے میں متفرد ہیں ان کے بغیر کسی اور سے
یہ الفاظ مروی نہیں۔

(کتاب الانصاف ص ۶)

علامہ ذہبیؒ اور حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ امام ابن معینؒ نے فرمایا کہ لَيْسَ
حَدِيثُهُ بِحُجَّةٍ کہ علامہ ابن عبد الرحمنؒ کی حدیث حجت نہیں ہو سکتی ابن عدیؒ
ان کو لَيْسَ بِالْقَرِي كہتے ہیں ابو حاتم کا بیان ہے کہ ان کی بعض حدیثیں منکر
ہوتی ہیں، ابو زر عہ کا بیان ہے کہ وہ کوئی زیادہ قوی نہ تھے امام ابو داؤدؒ فرماتے
ہیں کہ محدثین نے ان کی صیام شعبان کی حدیث، ان کے مناکیر میں شامل کی ہے
محدث خلیلیؒ کا بیان ہے کہ ان کی ایسی روایتیں بھی ہیں جن میں ان کا کوئی متابع
نہیں دیکھئے کتاب الانصاف ص ۶ میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۲۱۲ اور تہذیب التہذیب
جلد ۸ ص ۱۸۶ اصل روایت یوں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے :-

كُلُّ صَلَاةٍ لَا يَقْرَأُ فِيهَا بِإِمَامٍ الْكِتَابِ
فَرِي خِدَاجٌ إِلَّا صَلَاةٌ خَلَوَ الْإِمَامُ
کہ ہر وہ نماز جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی
جائے عوز ناقص ہے مگر امام کے پیچھے پڑھی

جانب والی نماز اس سے مستثنیٰ ہے

علامہ ابن عبد الرحمنؒ کے بارہ میں محدثین کی تصریحات اور اصلی روایت میں
 اَلْخَلْفَ الْوَحْدَیْنِ کی زیادت کے بعد یہ بات صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے
 کہ علامہ ابن عبد الرحمنؒ نے غلطی سے اس زیادہ کو ترک کر دیا ہے اور امام بیہقیؒ کا یہ
 اعتراض چنداں وقعت نہیں رکھتا، اصل روایت میں یہ زیادہ موجود نہیں جیسا کہ
 علامہ ابن عبد الرحمنؒ نے نقل کیا ہے یہ زیادہ خالد بن عبد اللہ الطحانؒ نے غلطی سے
 روایت کے ساتھ ملا دی ہے (کتاب القراءة ص ۱۳۵) محصلہ کیونکہ خالد بن عبد اللہ الطحانؒ
 بالاتفاق ثقہ اور ثبت ہیں جیسا کہ امام احمد بن سعدؒ، ابو ذر عہؒ، اور امام نسائیؒ نے
 ان کو ثقہ لکھا ہے ابو حاتم ان کو ثقہ اور صحیح الحدیث لکھتے ہیں امام ترمذیؒ ان کو
 ثقہ اور حافظ کہتے ہیں محمد بن عمار ان کو اثبت لکھتے ہیں ابن حبان نے ان کو ثقات
 میں لکھا ہے (دیکھئے تہذیب التہذیب جلد ۳ ص ۱) امام احمد ان کو صریح
 افاضل المسلمین کہتے ہیں (بغدادی جلد ۸ ص ۲۹۷) علامہ ذہبیؒ ان کو الحافظ
 اور الامام لکھتے ہیں (تذکرہ جلد ۲ ص ۲۳۹) اور ثقہ اور ثبت کی زیادت بالاتفاق
 مقبول ہوتی ہے اس لیے ان پر روایت کے ساتھ اپنی طرف سے زیادت ملانے کا الزام
 کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتا ہاں یہ بات یقیناً قابل تبلیغ ہو سکتی ہے کہ علامہ
 ابن عبد الرحمنؒ نے یہ زیادہ غلطی سے ترک کر دی ہو کیونکہ کتب رجال میں ان پر جرح
 اور کلام کا ثبوت ملتا ہے جیسا کہ ہم نے پہلے نقل کیا ہے اور کمزور راوی کی حدیث

کی وجہ سے ثقہ کی روایت رد نہیں کی جاسکتی۔

تیسرا جواب :- لفظ خداج اور غیر تمام رکنیت کو نہیں چاہتا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِقَامَةُ الصَّيْفِ مِنْ تَمَامِ الصَّلَاةِ (بخاری جلد ۱) کہ صاف کا درست کرنا نماز کے اتمام میں داخل ہے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوفِ مِنْ تَمَامِ الصَّلَاةِ (مسلم جلد ۳) و مسند احمد جلد ۲ ص ۱) بلا شک صفوں کا درست کرنا (تمام صلوٰۃ میں داخل ہے یہ ٹھیک ہے کہ صفوں کی درستگی کا بڑا اہتمام کیا گیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس کا خاص خیال فرماتے تھے لیکن تسویہ صفوف آخر رکن صلوٰۃ تو نہیں کہ اس کے بغیر مطلقاً نماز ہی نہ ہوتی ہو۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو جس نے آپ سے پہلے رکوع سے سر اٹھالیا تھا فرمایا اتَّقُوا خِدَاجَ الصَّلَاةِ (مسند احمد جلد ۳ ص ۱) کہ تم ناقص نماز اور خداج اسے بچو، اس حدیث میں غیر رکن پر لفظ خداج کا اطلاق ہوا ہے۔

چوتھا جواب :- امام موفق الدین ابن قدامہؒ اور علامہ شمس الدینؒ کے حوالہ سے پہلے ہم یہ نقل کر چکے ہیں کہ حضرت عبادہ بن صامتؓ کی روایت کی طرح حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ روایت بھی منفرد کے حق میں ہے اس روایت کا مقتدی کے ساتھ تعلق نہیں ہے اور نہ اس کا مصداق مقتدی ہے۔

پانچواں جواب :- قِرَاءَةُ فِي التَّفْسِيرِ کے معنی عربی قواعد کے لحاظ سے

زبان کے ساتھ آہستہ پڑھنے کے علاوہ دل ہی دل میں تذبذب اور غور کرنے کے بھی آتے ہیں چنانچہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اِذَا قَرَأْتَهَا فِي نَفْسِكَ كَذِبٌ يَكْتُمُهَا رَحْمَتُهُ جلد ۲ ص ۲۱۷ یعنی جب تم دل میں پڑھتے ہو تو کراہا کا تبین اس کو نہیں لکھتے۔ دل میں پڑھنے کا مطلب جسے کراہا کا تبین بھی نہ لکھیں غور کرنے اور تذبذب کرنے کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے؟ اسی طرح حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جب تم میں کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور شیطان اس کے دل میں وسوسہ ڈالے کہ تمہارا وضو ٹوٹ چکا ہے تو محض اس وسوسہ کی بنا پر نماز نہ چھوڑ دے۔ بلکہ یہ کہہ دے کہ كَذَبْتُ یعنی اے شیطان تو بھوٹ کتا ہے مگر یہ کہنا فی نَفْسِكَ ہو جیسا کہ امام ابن حبانؒ نے اپنے صحیح میں نقل کیا ہے (مبلغ المرام ص ۸) سوچئے کہ بحالت نماز شیطان کو کہنا کہ تم بھوٹ بکتے ہو میرا وضو نہیں ٹوٹا بغیر تذبذب اور غور و فکر کے اور کیا ہو سکتا ہے؟

چھٹا جواب۔ فی نَفْسِكَ کے معنی اکیلے اور منفرد کے بھی آتے ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے وَقَدْ لَهْمُكَ فِي نَفْسِهِمْ قَوْلًا بَيِّنًا۔ (پہ نسا) اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ان میں سے ہر ایک ایک اور اکیلے اکیلے کو انتہائی بلیغ بات کہ دیجئے اس آیت میں فی نَفْسِكَ کا معنی امام عربیت علامہ زعزعیؒ نے تفسیر کشاف جلد ۲ ص ۳۷ میں اور امام رازیؒ نے تفسیر کبیر جلد ۲

صفحہ ۳۷ میں اور متعدد دیگر مفسرین کرام نے جن میں قاضی بیضاوی صاحب روح المعانی وغیرہ شامل ہیں یہی معنی کیا ہے اور اسی طرح کا معنی حضرت ابن عباسؓ سے بھی منقول ہے (فتح الملہم جلد ۲ ص ۲۸)

ایک حدیث قدسی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خداوند قدوس سے روایت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ :-

فَإِنْ ذَكَرْنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ
فِي نَفْسِي وَإِنْ ذَكَرْنِي فِي مَلَأَةٍ ذَكَرْتُهُ
فِي مَلَأَةٍ خَيْرٌ مِنْهُمَا الْحَدِيث -
بخاری جلد ۲ ص ۱۱۰ و مسلم جلد ۲ ص ۳۹۳ و
مسند احمد جلد ۳ ص ۱۲۸

جب میرا کوئی بندہ تنہائی میں مجھے یاد کرتا
ہے تو میں بھی اس کو تنہائی میں یاد کرتا ہوں
اور جب مجھے وہ کسی جماعت میں یاد کرتا ہے
تو میں بھی اس جماعت سے بہتر جماعت
میں اس کو یاد کرتا ہوں۔

اس حدیث میں *فِي نَفْسِهِ* تنہا اور اکیلے کے معنی میں ہے کیونکہ اس کا مقابل *فِي مَلَأَةٍ* (جماعت) سے کیا گیا ہے۔

تفسیری روایت :- محمد بن اسحاق - مکحول سے روایت کرتے ہیں وہ مجاہد بن ربیع سے اور وہ حضرت عبادہ بن الصامتؓ سے اور وہ فرماتے ہیں کہ :-

كُنَّا خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ فَقَرَأَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہم صبح کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قراۃ کر رہے تھے آپ

کہ جو شخص امام کے پیچھے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز کا عدم بیکار ناقص اور باطل ہے (بلفظہ) اس حدیث اور اس مضمون کی دوسری حدیثوں پر مبنی ہے اس لیے ہمیں بھی اس حدیث پر قدرے تفصیل سے بحث کرنے کی ضرورت ہے۔

پہلا جواب :- اس روایت کا ایک راوی محمد بن اسحاق ہے گو وہ تابعی اور مغازی کا امام سمجھا جاتا ہے لیکن محدثین اور ابابہ جرح و تعدیل کا تقریباً پچانو فیصدی گروہ اس بات پر متفق ہے کہ روایت حدیث میں اور خاص طور پر سنن اور احکام میں ان کی روایت کسی طرح بھی حجت نہیں ہو سکتی اور اس لحاظ سے ان کی روایت کا وجود اور عدم بالکل برابر ہے تصریحات ملاحظہ فرمائیں۔

امام نسائی فرماتے ہیں کہ قوی نہیں ہے (ضعفاء صغیر ۵۳) ابو حاتم کہتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے (کتاب العلل جلد ۱ ص ۴۳) ابن نمیر کہتے ہیں کہ وہ مجہول روایت سے باطل روایات نقل کرتا ہے (بخاری جلد ۱ ص ۲۲) دارقطنی کہتے ہیں کہ اس سے احتجاج صحیح نہیں (بخاری جلد ۱ ص ۳۳) سلیمان تیمی کہتے ہیں کہ وہ کذاب ہے امام المجرح والتعدیل یحیی القطان کہتے ہیں کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ کذاب ہے (میزان جلد ۳ ص ۲) وہیب بن خالد اس کو جھوٹا اور کاذب کہتے ہیں (تہذیب التہذیب جلد ۹ ص ۵۵) امام مالک فرماتے ہیں کہ وہ دیالوں میں سے ایک دیال تھا (میزان جلد ۳ ص ۲) نیز امام مالک نے اسے کذاب کہا ہے (بخاری جلد ۲ ص ۳۳)

حریہ بن عبد الحمید کا بیان ہے کہ میرا یہ خیال نہ تھا کہ میں اس زمانے تک زندہ رہوں گا جس زمانے میں لوگ محمد بن اسحاق سے احادیث کی سماعت کریں گے (تہذیب التہذیب جلد ۳ ص ۱۳۶) البوزرعہ کا بیان ہے کہ بھلا ابن اسحاق کے بارہ میں بھی کوئی صحیح نظریہ قائم کیا جاسکتا ہے؟ وہ تو محض ایسی ہی تھیں (توجیہ النظر ص ۲۱) جو ہر النقی جلد ۱ ص ۱۵۵ (عبداللہ) فرماتے ہیں کہ میرے والد امام احمد بن حنبلؒ لَمْ یَکُنْ یُحْتَمِ بِہِ فِی السُّنَنِ۔ (بخاری جلد ۲ ص ۲۳) تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۱۴۱ سنن اور احکام میں وہ اسے احتجاج نہیں کرتے تھے۔ حنبل ابن اسحاق کا بیان ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا ابن اسحاق ایسے بجا جتہ یعنی ابن اسحاق حجت نہیں ہے (بخاری جلد ۱ ص ۲۳) و تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۱۴۱) ایوب بن اسحاق کا بیان ہے کہ میں نے احمد سے دریافت کیا کہ ابن اسحاق جب کسی حدیث کے بیان کرنے میں متفرد ہو تو اس کی حدیث حجت ہوگی؟ قَالَ لَا وَاللّٰہِ (بخاری جلد ۱ ص ۲۳) بخدا ہرگز نہیں۔

ابن ابی حشیمہ کا بیان ہے کہ ابن معین نے اس کو ایسے بذاک و ضعیف اور ایسے بالقوی کہا ہے۔ میمونؒ کا بیان ہے کہ ابن معینؒ نے اس کو ضعیف کہا ہے (بخاری جلد ۱ ص ۲۳) و تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۱۴۱) علی بن مدینی کا بیان ہے کہ لَمْ یُضَعِّفْہُ عِزْدِیُّ اِلَّا رَوَایَۃً عَنْ اَہْلِ الْکِتَابِ۔ میرے نزدیک ابن اسحاق صرف اس وجہ سے ضعیف ہے کہ وہ یہود اور نصاریٰ سے روایتیں لے لے کر بیان کرتا ہے! دوسرا جواب ۱۔ اس روایت میں ایک راوی محمول بھی ہیں جو کہ معیاری

ثقة نہ ہونے کے علاوہ مدلس بھی ہیں چنانچہ امام حاکم لکھتے ہیں اِنَّ عَامَّةَ حَدِيثِ
 مَكْحُولٍ عَنِ الصَّحَابَةِ حَوَالَةً (معرفت علوم الحدیث ص ۱۱۱) کہ مکحول کی صحابہ کرامؓ
 سے اکثر حدیثیں صرف تدلیس وارسال کے حوالہ نظر ہیں۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ
 مکحول حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت عبادہ بن الصامتؓ، حضرت عائشہؓ اور
 دیگر صحابہؓ سے تدلیس کرتے تھے (تذکرہ جلد ۱ ص ۱۱۱) علامہ ابن سعد فرماتے ہیں
 محدثین کی ایک جماعت نے مکحول کی تضعیف کی ہے اور مکحول صاحب تدلیس بھی
 تھے (میزان جلد ۳ ص ۱۹۸) حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ مکحول نے دیگر صحابہؓ سے عموماً
 اور حضرت عبادہ بن الصامتؓ سے خصوصاً کوئی روایت نہیں سنی وہ محض تدلیس
 سے کام لیتے تھے (تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۲۹۲) امام ابو حاتم کہتے ہیں کہ وہ
 لیس بالمتین، چندان قابل اعتبار نہ تھے اور باوجود اس کے مدلس بھی تھے۔
 (قانون الموضوعات ص ۲۹۸) مبارکپوری صاحب بھی ان کو مدلس لکھتے ہیں۔
 (ابکار المنن ص ۱۱) نواب صدیق حسن خاں صاحب لکھتے ہیں ومن اقسام
 الضعیف المدلس، یعنی مدلس روایت ضعیف روایتوں میں شمار ہوتی ہے۔
 (دلیل الطالب ص ۸۲) اور مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں وَعَنْهُ اَلْمُدْلِسُ
 غَيْرُ مَقْبُولٍ (ابکار المنن ص ۲۲۵)

اور دوسرے مقام میں لکھتے ہیں کہ مدلس کا عنعنہ مقبول نہیں (تحقیق الکلام
 جلد ۲ ص ۱) اور یہ بھی مت بھولنے کہ کسی قابل اعتبار سندؒ مکحول کی محمود بن ربیع سے

سماعت اور تحدیث ثابت نہیں (بغیۃ الملعی جلد ۲ ص ۱۲)

تفسیر جواب :- امام نسائی کی سند میں جو نافع بن محمود ہیں ان کی حدیث معلول ہے چنانچہ علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ نافع بن محمود سے خلف المصلح کی روایت کے علاوہ اور کوئی روایت مروی نہیں ہے۔ ابن حبان ان کو ثقات میں لکھتے ہیں اور یہ تصریح کرتے ہیں کہ حدیثہ معلل کہ اس کی حدیث معلول ہے (میزان جلد ۲ ص ۲۲) اور وہ مجہول بھی ہیں چنانچہ امام طحاویؒ لکھتے ہیں کہ وہ مجہول ہے (الجواہر النفی جلد ۲ ص ۱۶۵) حافظ ابو عمر بن عبد البرؒ لکھتے ہیں کہ وہ مجہول ہے (تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۱۴) شیخ الاسلام موفق الدین ابن قدامہؒ لکھتے ہیں (لیس بمعروف) کہ وہ مجہول ہے (معنی لابن قدامہ جلد ۱ ص ۶) حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ وہ مستور ہے (تقریب ص ۳) محقق نیمویؒ اس کا مجہول ہونا نقل کرتے ہیں (تحلیق الحسن ص ۸) نافع کے مجہول ہونے کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت پیش کیا جاسکتا ہے؟

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہرگز ہمیں اس بات کا مکلف نہیں ٹھہرایا کہ ہم اپنا دین مجہول اور غیر معروف راولوں سے اخذ کریں (کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۱۲) چونکہ جواب :- یہ روایت مرفوع نہیں بلکہ خلف الامام کی قید کے ساتھ یہ موقوف ہے جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے۔ وَضَعْفُهُ ثَابِتٌ بِوُجُوهِهِ وَإِنَّمَا هُوَ قَوْلُ عِبَادَةِ بْنِ الصَّامِتِ (تنویر العبادات ص ۸)

یعنی یہ حدیث کئی وجہ سے ضعیف اور معلول ہے اور یہ مرفوع بھی نہیں بلکہ حضرت عبادۃؒ کا قول ہے اور دوسرے مقام میں لکھتے ہیں کہ :-

وَهَذَا الْحَدِيثُ مُعَلَّلٌ عَنْ أُمِّ
الْحَكَمِثِ كَأَحْمَدَ وَغَيْرِهِ مِنَ الْأَثْبَةِ
وَقَدْ بَسَطَ الْكَلَامُ عَلَى ضَعْفِهِ فِي
غَيْرِ هَذَا الْمَوْضِعِ وَبَيَّنَّ أَنَّ الْحَدِيثَ
الصَّحِيحَ قَوْلُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَا صَلَاةَ إِلَّا بِأَمْرِ الْقُرْآنِ فَهَذَا
هُوَ الَّذِي أَخْرَجَاهُ فِي الصَّحِيحِ وَرَدَاهُ
الزُّهْرِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ دِينَغ عَنْ
عِبَادَةَ أَمَّا الْحَدِيثُ فَقُلْتُ فِيهِ بَعْضُ
الشَّكِّ مَبْنِيٍّ وَأَصْلُهُ أَنَّ عِبَادَةَ رَضِيَ
كَانَ يَوْمَئِذٍ فِي بَيْتِ الْمُقَدَّسِ فَقَالَ
هَذَا فَاسْتَبَدَّ عَلَيْهِمُ الْمَوْقُوفُ
بِالْمَوْقُوفِ عَلَى عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ
الْحَوْثَاوِيِّ لَا بِنِ تَيْمِيَّةٍ جِلْد ۲ ص ۵۱

اس حدیث کو امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ
حدیث نے معلول قرار دیا ہے اور کئی دوسرے مقام
میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ اس کا ضعف
بیان کیا گیا ہے اور اس کی وضاحت کی گئی
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحیح
حدیث جو بخاری اور مسلم میں ہے اور جسے
امام زہریؒ نے محمود بن ربیع کے طریق سے
حضرت عبادہؒ سے روایت کیا ہے وہ صرف
یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی
رہی یہ حدیث جس میں خلف الامام کی زیادت
ہے تو اس میں بعض شامی راویوں کی غلطی شامل
ہے وہ یہ کہ حضرت عبادہؒ نے ایک دن بیت المقدس
میں یہ حدیث بیان کی اور اپنا قول بھی خلف الامام
کی قید والا انہوں نے بیان کیا پس راویوں پر
مرفوع حدیث اور موقوف قول مشتبه اور غلط ملکی

شیخ الاسلام کی یہ عبارت نص صریح ہے کہ کمزور ضعیف اور لیس یا ملتین قسم کے راویوں نے حضرت عبادہؓ کے موقوف قول کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرفوع حدیث میں ملا دیا ہے حالانکہ مرفوع حدیث میں خلف الامام کا ذکر تک نہیں ہے اور گزر چکا ہے کہ وہ حدیث امام اور منقول کے حق میں ہے کیونکہ اس میں فصحاء کی زیادت بھی ہے۔

چوتھی روایت :- امام بیہقیؒ نے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ محمد بن ابی عائشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : لَعَلَّكُمْ تَقْرَأُونَ وَإِمامٌ يَقْرَأُ قَالُوا إِنَّا لَنَفْعَلُ قَالَ فَلَا تَفْعَلُوا إِلَّا أَنْ يُقْرَأَ أَحَدُكُمْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ رَسَنُ الْكُبْرَى جلد ۱ ص ۱۶۸ کہ شاید تم اس وقت قرآنہ لیا کرتے ہو جس وقت امام قرآنہ کر رہا ہوتا ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ ہم قرآنہ لیا کرتے ہیں، آپ نے فرمایا قرآنہ نہ کیا کرو ہاں مگر سورہ فاتحہ کی قرآنہ کر لیا کرو۔ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں ہذا اسناد جیدہ اس کی سند جید کھری اور عمدہ ہے۔

الجواب :- نہ معلوم بیہقیؒ نے سند کو کس طرح جید کہ دیا ہے حالانکہ اس سند میں ابراہیم بن ابی اللیث ہے جس کے متعلق صانع جزرہؒ کہتے ہیں کہ وہ بیس برس تک جھوٹ کہتا رہا ہے ابن معینؒ فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ اور احمق تھا ساجیؒ انکو مترک کہتے ہیں ابن معینؒ نے بعد میں اسے کذاب اور خبیث کہا سب سے پہلے اس

کے جھوٹ کی حقیقت دورقی نے واضح کی تھی، یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں کہ لوگوں نے پہلے اس سے روایتیں لکھی تھیں مگر پھر سب نے اسے ترک کر دیا تھا اس میں اتنی جرات بڑھ گئی تھی کہ وہ جعلی اور موضوع حدیثیں بیان کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا تھا امام نسائی کہتے ہیں کہ وہ ثقہ نہیں ہے ابن سعد کہتے ہیں کہ حدیث میں وہ ضعیف سمجھا جاتا ہے (لسان المیزان جلد ۱ ص ۹۲) علامہ خطیب لکھتے ہیں کہ ابن معین نے پہلے اس کی توثیق کی تھی لیکن بعد کو جب تحقیق کر لی تو اس کی انتہائی مذمت کی حتیٰ کہ اسے کذاب اور خبیث تک کہا اور فرمایا کہ خدا اس کا ستیاناس کرے حدیث میں جھوٹ بولتا ہے۔ امام احمد بن حنبل اور علی بن المدینی پر ابتداً اس کا معاملہ مشکل رہا لیکن بعد میں جب اس کا جھوٹ واضح ہو گیا تو انہوں نے اس کی روایت کو بالکل ترک کر دیا۔ (بخاری جلد ۱ ص ۱۹۶ تا ۱۹۷) یہ ہے امام بیہقی کی اسناد جید؟

اس کے علاوہ اور بھی بعض مرفوع روایتیں فریق ثانی نے اپنے استدلال میں پیش کی ہیں لیکن ان میں اکثر روایات سند کے لحاظ سے ضعیف ہیں اور جو قدرے قوی ہیں ان سے بھی قرآنہ خلف الامام کے مسئلہ پر فریق ثانی کا احتجاج درست نہیں ہے کیونکہ بعض میں سورہ فاتحہ کے علاوہ کسی اور سورت اور زیادت کا ذکر بھی ہے جس کا فریق ثانی قائل نہیں ہے اور بعض میں درایتی اعتبار سے خامی ہے اس کی تشریح احسن الکلام میں ملاحظہ فرمائیں۔

آثار صحابہ کرامؓ، فریق ثانی نے صحابہ کرامؓ کے بعض آثار سے بھی قرأت خلف الامام

کے مسئلہ پر استدلال کیا ہے لیکن اصولاً ان کو ان سے استدلال کا حق نہیں پہنچتا کیونکہ ان کا قاعدہ یہ ہے کہ درموقوفات صحابہؓ نیت اگرچہ بصوت رسید۔ بایں مہمہ ان میں بھی اکثر آثار سنداً صحیح نہیں ہیں، حضرات صحابہ کرامؓ میں قرأت خلف الامام کے قائل حضرت عبادۃ بن الصامت ہی معلوم ہوتے ہیں چنانچہ امام بیہقیؒ لکھتے ہیں کہ جو لوگ امام کے پیچھے جہری نمازوں میں قرأت کے قائل نہ تھے انہوں نے حضرت عبادۃؓ کی جہری نمازوں میں قرأت پر تعجب کا اظہار کیا اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ فرمایا کہ میرے ساتھ قرآن میں منازعت کیوں کی جا رہی ہے؟ تو اس کے بعد آپؐ نے آہستہ سورۃ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا اور آپؐ نے فرمایا کہ جس شخص نے نماز میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز نہ ہوگی یہ استثناء صرف عبادۃ بن الصامتؓ نے سنی اور دیگر صحابہ کرامؓ نہ سن سکے اور اس کو حضرت عبادۃؓ نے خوب یاد کیا اور اس کو ادا کیا سو ان کی طرف رجوع کرنا ضروری تھوڑا کتاب القراءۃ (۴) صحابہ کرامؓ کو جس قدر نماز اور جماعت کا شوق تھا وہ اور کس کو ہو سکتا ہے؟ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جو حکم بیان کیا وہ کھول کر بیان کیا مگر تعجب ہے کہ سورۃ فاتحہ پڑھنے کا حکم آپؐ نے آہستہ بیان کیا اور یہ حکم صرف حضرت عبادۃؓ نے سنا اور دیگر صحابہ کرامؓ نہ سن سکے کیوں؟ اس لیے کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کا حکم ضروری نہ تھا اور در نہ رازداری کا کوئی معنی نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو سنت صحیحہ پر چلنے کی توفیق بخشے آمین۔۔۔ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاصْطَفَاهِ وَسَلَّم۔